بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حجاب فاطمہ نے یہ ناول (آزمائش) صرف اور صرف نیوایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (آزمائش) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیوایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ،سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ:نیوایرا میگزین

☆☆☆☆☆

New Era Magazine

شبیہ: "ریجا کہاں جا رہے ہیں ہم؟"۔۔۔تیسری بار اس نے اپنا جملہ دوہرایا۔
"تم بتا کیوں نہیں دیتی کیوں سسپنس کریٹ کر رہی ہو؟"۔۔۔وہ زچ ہو کر بولی۔

ریجا: "تمہاری زندگی بدلنے۔۔۔"جواب حقارت بھرے لہجے میں آیا تھا۔
شبیہ: "یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو؟اور کہنا کیا چاہتی ہو صاف بتاؤ۔"

ریجا: "کم آن شبیہ تمہیں سرپرائز دینا چاہتی ہوں۔ایک ایسا سرپرائز جو تم زندگی بھر یاد رکھو گی۔"اس بار لہجہ نرم تھا لیکن کچھ تھا جسے سمجھنے سے شبیہ قاصر تھی۔وہ کچھ بولنا چاہتی تھی مگر اس نے اسے ٹوک دیا۔
"اب پلیز اپنے سوال بند کرو تھوڑی دیر میں سب کچھ پتا چل جائے گا۔"
گاڑی میں مکمل خاموشی تھی مگر دونوں کے اندر ایک اضطراب تھا۔گاڑی پندرہ منٹ کی مسافت کے بعد ایک گھر میں داخل ہوئی تھی۔وہ خاموشی سے اتر کر ریجا کے اشارے پر گھر کے اندر داخل ہوگئی۔گھر میں کوئی نہیں تھا اس کا دل کسی خدشے کی نشاندہی کر رہا تھا۔

شبیہ: "ہم یہاں پر کیوں آئے ہیں اور یہاں پر تو ایسا لگ رہا ہے مانو کئی مہینوں سے کوئی نہ آیا ہو۔"اس نے آس پاس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

ریجا: "میرا ہی گھر ہے یہ کافی عرصے سے خالی ہے۔ کچھ سامان لینا تھا یہاں سے۔ تم بیٹھو میں سٹور سے سامان لے کر آتی ہوں۔" وہ اندر کی طرف بڑھ گئی تو شبیہ خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ کر ارد گرد کا جائزہ لینے لگی۔ تبھی اسے ایک عجیب سی خوشبو کا احساس ہوا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

-----

کمرے میں ایک طوفان برپا تھا۔ سامنے اسکے ماں باپ کھڑے تھے جن کے ساتھ ایک عمر رسیدہ شخص ایک زرد ساڑھی میں لپٹی عورت اور ایک لمبا چوڑا نوجوان جو سر جھکائے کھڑا تھا۔ ان کے درمیان گفتگو بلند آواز میں ہو رہی تھی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر درد کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ بہت ہمت کر کے وہ بیٹھنے میں کامیاب ہوئی۔ اس کا سر بری طرح گھوم رہا تھا۔ اس نے اپنے اوپر سے چادر ہٹائی اور اگلے ہی لمحے وہ اپنے جسم پر موجود مردانہ کپڑے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی اسکی ماں بجلی کی سی تیزی سے اسکی طرف لپکی اور اسکے گال پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کیا۔ وہ جو پہلے ہی اپنے حواسوں میں نہیں تھی مزید حواس باختہ ہو گئی۔ سب کچھ اسکی سمجھ سے باہر تھا۔

شبیہ: "اک کیا۔۔ کیا کر رہی ہیں ماما؟" ایک اور تھپڑ اسکے بائیں رخسار پر پڑا تھا۔

New Era Magazine

ماما: "خبر دار۔ خبر دار جو مجھے ماما کہا۔ مر گئی تمہاری ماما۔ شرم آتی ہے مجھے کہ تم میری بیٹی ہو۔"
وہ چلاتی ہوئی اس پر بم پھوڑ رہی تھیں۔

شبیہ: "ماما۔۔۔ ماما کیا ہوا ہے؟ آپ ایسا کیوں کہ رہی ہیں؟" وہ ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

ماما: "دور رہو مجھ سے۔ انہوں نے اسکا ہاتھ جھڑک دیا۔ گھن آ رہی ہے مجھے تم سے۔۔۔ تمہارے وجود سے۔۔۔ تم اتنا گر سکتی ہو میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔ تم کیسے کر سکتی ہو یہ سب؟ کیسے؟" وہ چیخ رہی تھیں۔

("کیا کیا ہے میں نے قصور کیا ہے میرا؟" وہ پوچھنا چاہتی تھی مگر الفاظ حلق میں پھنس گئے تھے۔ وہ ہونقوں کی طرح انکا چہرہ دیکھ رہی تھی)۔

"تمہیں شرم نہیں آئی ہماری عزت خاک میں ملاتے ہوئے۔ یہ۔۔۔ یہ صلہ دیا ہے ہماری محبت ہمارے خلوص کا۔ اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ تم یہ گل کھلاؤ گی تو پیدا ہوتے ہی میں تمہارا گلا گھونٹ دیتی۔" انہوں نے اس کا پورا وجود جھنجھوڑ دیا تھا۔

شبیہ: "ماما۔۔۔" الفاظ ختم ہو گئے تھے بس آنسو تھے جو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔
اسے لگا کسی نے اسے آسمان سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا ہے۔ وہ وضاحت دینا چاہتی تھی اپنی صفائی پیش کرنا چاہتی تھی مگر الفاظ کہیں کھو گئے تھے۔ شدت جزبات سے اسکی گھگھی بندھ گئی۔
بچپن سے لے کر آج تک صرف ایک عزت ہی تو تھی جس کی وہ حفاظت کرتی آئی تھی۔ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ کوئی کام کرنے سے پہلے یہ نہ سوچتی کہ کہیں ماما بابا اس سے ہرٹ نہ ہوں۔
اپنی خواہشات اور احساسات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ فقط اپنے والدین کی خوشی کا ہی سوچتی رہی تھی۔

اسے یاد تھا بابا نے اسے یونیورسٹی کے پہلے دن کہا تھا
"بیٹا کبھی کوئی ایسی حرکت یا ایسا کام نہیں کرنا کہ اگر اسے کرتے ہوئے تمہارا باپ یا بھائی دیکھ لیں تو تمہیں ندامت کا سامنا کرنا پڑے"۔ اسکے بعد تو جیسے یہ بات ایک پیمانہ بن گئی تھی جس کے مطابق وہ ہر کام کیا کرتی تھی۔ اس سب کے باوجود غلطی کہاں ہوئی تھی اسکا اندازہ وہ نہیں لگا پا رہی تھی۔

اسی وقت وہ شخص اسکی طرف بڑھا اور اسکے بازو پکڑ کے اسے جنجھوڑ ڈالا۔
حاشر: "تم یہاں اس گھر میں کیوں اور کیسے آئی تھی؟ پول میں کیسے گری؟ جواب دو۔" وہ حلق پھاڑ کر چلا رہا تھا۔

پول, گھر کچھ گہرے سائے دھندلے ہونے لگے تھے۔

شبیہ: "ریجا۔" اسکے منہ سے بے اختیار نکلا تھا۔

"وہ۔وہ لائی تھی مجھے۔اسکا گھر ہے یہ۔اسے کچھ سامان لینا تھا یہاں سے۔" وہ اٹک اٹک کر بولی۔ریجا کا نام سن کر اس شخص کے ہاتھوں کی گرفت کمزور پڑ گئی۔

افضل: "کیا بکواس کر رہی ہو یہ میرا گھر ہے جو پچھلے چھ ماہ سے بند ہے۔اور ریجا یہاں کہاں سے آ گئی۔وہ تو اس شہر میں ہی نہیں ہے۔" اب کی بار وہ عمر رسیدہ شخص چلایا تھا۔

شبیہ: "مگر۔۔۔"

اسکے کچھ کہنے سے پہلے ہی ساڑھی والی عورت ترش لہجے میں بولی۔

سارا: "ان کی چوری پکڑی گئی ہے نا سو اب بہانے بنا رہے ہیں۔"

حاشر: "شٹ اپ۔۔۔جسٹ شٹ اپ۔"

وہ نوجوان دھاڑا تھا۔وہ اپنے باپ کی طرف لپکی جو کافی دیر سے دیوار سے چپکا تماشائی بنا کھڑا تھا۔

شبیہ: "پاپا آپ۔۔آپ تو یقین کریں نا میرا۔آپ تو جانتے ہیں نا اپنی بیٹی کو۔پلیز بولئے نا۔" اسکے لہجے میں آس تھی,امید تھی کہ اسکا باپ اسکا ساتھ ضرور دے گا۔

اسفند: "کاش۔۔۔کاش میں تمہیں پہلے جان جاتا تو آج یہ نوبت نہیں آتی۔تم نے تو ہمیں جیتے جی ہی مار دیا ہے۔کیا کمی رہ گئی تھی ہماری تربیت میں ہاں جو تم یہ حرکتیں کرتی پھر رہی ہو؟" وہ صدمے اور افسوس سے بولے تو وہ تڑپ اٹھی۔

شبیہ: "پاپا۔۔۔۔"

اسفند: "مر گیا تمہارا باپ۔تم نے مار ڈالا اسے۔" اسفند درانی کو اسکی اپنی بیٹی نے جیتے جی مار ڈالا۔وہ چلا رہے تھے۔انکے الفاظ اسکے نازک دل پر بجلی بن کر گر رہے تھے۔

سارا: "بس کیجئے درانی صاحب جب جوان اولاد کی لگام ڈھیلی چھوڑ دیں گے تو وہ کوئی نہ کوئی گل تو کھلائے گی نا۔" وہ شبیہ کو دیکھتے ہوئے تنفر سے بولیں۔

افضل: "بس کردیں بیگم یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔"

انہوں نے بیوی کو گھر کا تو وہ سٹپٹا کر رہ گئیں۔

سارا: "میں تو بس۔۔۔"

افضل: "میں نے کہا نا اب ایک لفظ اور نہیں۔ آپ دونوں آئیں میرے ساتھ۔"
وہ بیوی کو تنبیہ کرتے اسفند درانی اور انکی بیوی کو ساتھ لے گئے۔ ان کے درمیان کیا طے پایا تھا کیا نہیں وہ دونوں نہیں جانتے تھے۔ وہ بس انہیں لیکر وہاں سے نکل گئے تھے۔

۔۔۔۔۔۔

اسکے ماں باپ اسے گھر لے آئے تھے۔ ان تینوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے اندر داخل ہوئے تھے۔ ماما بابا اپنے کمرے کی طرف مڑ گئے تھے جبکہ وہ خراماں خراماں اپنے کمرے کیطرف بڑھ گئی۔ بستر پر گری وہ نہ جانے کب تک روتی رہی۔ جب آنکھ کھلی تو رات کے تین بج رہے تھے۔ ایک بار پھر سے سارا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔

ابراہیم: "آپ ٹھیک ہیں؟" ابراہیم کی آواز پر وہ چونک گئی۔ وہ اسکا چھوٹا بھائی تھا۔ وہ مجزوب تھا۔ اس گھر میں وہ سب سے زیادہ اسی کے قریب تھا۔ ان دونوں کا روم بھی ایک ہی تھا۔

شبیہ: "مجھے کیا ہونا ہے؟"

سوال کے جواب میں سوال کیا گیا تھا۔

ابراہیم: "آپ ٹھیک نہیں ہیں۔" وہ کہتے ہی اسکے گلے لگ گیا تھا۔

"آپ کمزور نہیں پڑ سکتی ابھی تو شروعات ہے۔"

شبیہ: "کس چیز کی شروعات؟" اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

ابراہیم: "آزمائش کی۔ آپ کی آزمائش کی۔ اور آزمائش کبھی آسان نہیں ہوتی۔ اتنے میں ہی اپنا یہ حال بنالیا ہے؟ ابھی تو بہت کچھ کھونا ہے اور بہت کچھ سہنا ہے آپ نے۔ اسکے بعد۔۔۔ اسکے بعد بہت کچھ ملے گا۔ مگر جو ملے گا وہ شاید کھوئے ہوئے کی تلافی نہیں کر سکے گا۔ اس پر صبر کر لینا ہی آپکے لیے بہتر ہو گا اس وقت یہ نا سوچنا کہ کیا کھویا اور کیا پایا؟ بس یہ دیکھنا کہ اپنی آزمائش میں پوری اتری کہ نہیں؟"

وہ اسے سوچوں میں گم چھوڑ کر اپنے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اسکی باتوں نے اسے الجھا دیا تھا۔

-----

صبح دس بجے کے قریب اسکے روم کادروازہ کھلا تھا۔دل میں ایک امید تھی کہ شاید ماما پاپا میں سے کوئی ہو لیکن وہ شمسو تھی۔انکی خادمہ شمشیر رانی جسکو پیار سے شمسو کہا جاتا تھا۔اسکے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔

شمسو:"طبیعت کیسی ہے اب باجی؟"شمشو اسکی نظریں ٹرے پر مرکوز دیکھ کر جلدی سے بولی۔
"جی وہ میم صاحب نے بتایا کہ آپ بیمار ہیں تو کھانا یہیں اپنے کمرے میں ہی کھائیں گی۔"

شبیہ:"مجھے بھوک نہیں ہے لے جاواسے واپس۔"وہ سرد لہجے میں بولی۔اسے ماما پاپا کے رویے سے تکلیف ہو رہی تھی۔

شمشو:"لیکن جی۔۔۔"وہ منمنائی۔

شبیہ:"کہانا نہیں ہے بھوک۔"وہ چلائی تو شمسو واپس چلی گئی۔
آج پہلی بار وہ کسی پر چلائی تھی۔ایک بار پھر آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔

New Era Magazine

دوپہر تک آنکھیں وقفے وقفے کے بعد برستی رہیں۔چار بجے کے قریب پاپا کمرے میں داخل ہوئے ان کے پیچھے ماما اور ظفر بھائی تھے۔وہ انہیں آتا دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔وہ باپ کی طرف بڑھی تو وہ دو قدم پیچھے ہو گئے۔وہ اپنی جگہ پر ساکت رہ گئی۔پاپا نے آگے بڑھ کر کچھ شاپر صوفے پر رکھ دیئے۔

اسفند:"تم نے ہمارے ساتھ بہت برا کیا ہے۔"

انکا لہجہ تھکا ہوا تھا۔وہ ایک ہی رات میں اسے بہت کمزور لگ رہے تھے۔اس ایک رات نے انہیں بوڑھا کر دیا تھا۔وہ کچھ توقف سے بولے تو انکا لہجہ انتہائی سرد تھا۔

"آج تمہارا نکاح ہے اسکے بعد تم ہمارے لیے اور ہم تمہارے لیے مر گئے۔میں تمہیں اپنی جائداد سے عاق کرتا ہوں۔آئندہ تم ہم سے ملنے کی کوشش بھی نہیں کرو گی۔زینی اسے تیار کرو۔جتنی جلدی ممکن ہو میں اس نحوست سے جان چھڑانا چاہتا ہوں۔"

سنا تھا زندگی آزمائش لیتی ہے

پر یہاں تو آزمائشوں نے ہی زندگی لے لی

New Era Magazine

اسفند کہہ کر کمرے سے نکل گئے جبکہ ظفر بھائی اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے رہے۔

زینی: "ظفر جاو یہاں سے۔" ماما نے انہیں تنبیہی نظروں سے دیکھا۔

ظفر: "آپ لوگ غلط کر رہے ہیں۔ اسکی شادی کے بجائے اسے اسکے عاشق کے ساتھ وہیں دفن کر آتے تو اچھا ہوتا۔"
اپنے لئے اپنے بڑے بھائے کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر وہ گنگ رہ گئی تھی۔

زینی: "جاو یہاں سے۔"
ماما دھاڑیں تو وہ بادل ناخواستہ وہاں سے چلے گئے۔ ماما نے اسے بازو سے پکڑ کر کرسی پر بیٹھا دیا اور اسے تیار کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ دونوں کے درمیان ایک گہری خاموشی تھی۔ اسے تیار کر کے وہ پاپا کی آواز پر باہر چلی گئیں۔

----

چھ بجے کے قریب آٹھ لوگ آئے تھے۔ جن میں سے دو خواتین اور چھ مرد تھے۔ ماحول سوگوار تھا۔ انکے درمیان بات چیت نہ ہونے کے برابر تھی۔ اسے ماما نے لا کر ان خواتین کے

درمیان بٹھادیا۔وہ گھونگھٹ نکالے ہوئے تھی۔ساڑھے چھ کے قریب نکاح پڑھایا گیا۔نکاح کے بعد بابا نے کھانا لگانے کا کہا تو حاشر ایک دم بولا۔

حاشر:"جو آپ چاہتے تھے وہ ہو گیا ہے۔رہی بات کھانے کی تو کسی بھوکے ننگے کو کھلا دیجئے گا ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

تنفر سے کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔باقی سب بھی جانے کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ان خواتین نے اسے اٹھانے کی کوشش کی تھی مگر کسی مردانہ ہاتھ نے اسکی کلائی اس زور سے پکڑی کہ اسکی چوڑیاں ٹوٹ کر اسکی کلائی میں چبھ گئیں جسکی وجہ سے خون رسنے لگا۔

حاشر:"میری زمہ داری ہے میں خود ہی سنبھال لوں گا۔"

اس نے ان خواتین سے کہا اور اسکو تقریبا گھسیٹتا ہوا باہر لے گیا۔

فرنٹ ڈور کھول کر اس نے اسے سیٹ پر دھکیلا۔اپنی سیٹ بیلٹ باندھ کر اس نے گاڑی گیٹ سے باہر نکالی اور فل سپیڈ میں ڈرائیو کرنے لگا۔اسکا سر گھوم رہا تھا۔دل گھبرا رہا تھا۔سانس لینا مشکل ہو رہا تھا تو اس نے اپنا گھونگھٹ اٹھا لیا۔

حاشر:"اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ تھوڑا صبر ہی کر لو۔"

کاٹ دار لہجے میں کمنٹ کیا گیا تھا۔اس نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے اپنی طرف کا شیشہ کھول دیا۔

اسے اپنے کپڑوں اور زیور سے الجھن ہو رہی تھی۔اسکی کیفیت نا قابل بیان تھی۔اس نے اپنا زیور تیزی سے اتارنا شروع کر دیا۔اچانک اسے اپنے ناک سے کوئی چیز بہتی ہوئی محسوس ہوئی۔اس نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو انگلیوں کی پوریں خون میں بھیگی ہوئی تھیں۔اسکے دل پر ایک ضرب لگی تھی۔وہ انہیں دیکھتی رہ گئی۔اسکے بعد اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

----------

صبح اسکی آنکھ کسی کے زور زور سے بولنے پر کھلی۔سامنے وہ کھڑکی کے سامنے اسکی طرف پیٹھ کئے کھڑا فون پر کسی پر چلا رہا تھا۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔بال ہاتھوں کی مدد سے سنوارے اور واشروم چلی گئی۔وہ فون سے فارغ ہو کر مڑا تو وہ واشروم سے نکل رہی تھی۔وہ بلاارادہ اسکی طرف لپکا۔اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ دو قدم پیچھے ہوئی تو وہ اپنی جگہ پر رک گیا۔

حاشر: "کیسی ہو؟"

وہ اس سے پوچھ رہا تھا مگر لہجہ ہر تاثر سے عاری تھا۔

شبیہ: "زندہ ہوں۔"

اس نے بھی بغیر کسی تاثر کے جواب دیا گیا تھا۔ وہ بولنا ہی چاہتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب اندر داخل ہوئے۔ آتے ہی انہوں نے اسکی خیریت دریافت کی۔

ڈاکٹر: "کیسی ہو گڑیا؟" انکی آواز اسے پاپا کی طرح لگی تھی۔ اسے ایک ذرا سی چوٹ بھی لگتی تھی تو وہ سارا گھر سر پر اٹھا دیتے تھے اور اب جب اسے انکی سب سے زیادہ ضرورت تھی تو وہ اس کے پاس نہیں تھے۔ یہ سوچ کر اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

"آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" اسکا بلڈ پریشر چیک کرتے ہوئے انہوں نے بہت محبت سے پوچھا۔

شبیہ: "جی۔" وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش میں اتنا ہی کہہ سکی۔

ڈاکٹر: "ویری گڈ۔"

اس کے بعد وہ اسے ہدایات کرتے رہے۔ پرہیز, دوائی پتا نہیں کیا کہہ رہے تھے اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ انکی آواز اسے پاپا کی یاد دلا رہی تھی۔ الفاظ ایک دوسرے میں الجھ گئے تھے۔ اور پھر کل کے واقعات، گھر والوں کا رویہ انکی باتیں سب کچھ اسے یاد آتا چلا گیا۔ اسکا دماغ ماوف ہو رہا تھا۔ وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ وہ انہیں خیالات میں کھوئی ہوئی تھی جب

کسی نے اسکا کندھا تھپتھپایا تھا۔اسے نظر کچھ نہیں آیا آنکھوں کر سامنے کا منظر دھندلا گیا تھا۔
اسے اپنے گالوں پر نمی محسوس ہوئی۔وہ شاید رو رہی تھی۔

حاشر:"اب کیا ہوا ہے؟رو کیوں رہی ہو؟"
وہ اس کے سر پر کھڑا اس سے پوچھ رہا تھا۔اس نے بڑی بے دردی سے اپنے آنسو پونچھ دیئے۔
ڈاکٹر صاحب جا چکے تھے۔وہ ابھی بھی وہیں کھڑا اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔اس نے اپنا منہ پھیر لیا۔

ڈاکٹر نے گھر جانے کی اجازت دے دی ہے۔میڈیسن لکھ دی ہیں اور وہ کہہ رہے تھے آرام کرو گی تو ٹھیک ہو جاو گی۔اب گھر چلیں؟وہ کچھ سوچ کر بولا تھا۔

شبیہ:"گھر۔۔۔"
گھر سے تو وہ بے گھر کر دی گئی تھی اب کونسے گھر جائے گی وہ؟ایک اور سوچ دماغ کے پردے پر ابھری تھی۔

حاشر:"چلیں؟"

اس دفعہ وہ بگڑتے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔وہ بغیر کچھ بولے کھڑی ہو گئی۔اسکے پیچھے چلتے چلتے وہ گاڑی تک پہنچی تھی۔سارے راستے گاڑی میں گہری خاموشی چھائی رہی۔

ایک گھر کے پاس اس نے گاڑی روک دی۔نیچے اتر کر اس نے دروازہ کھولا۔شبیہ نے نیچے اترنے کے لئے اپنی طرف کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ اس نے اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔اس نے دروازہ بند کر لیا۔مین گیٹ کھول کر وہ واپس آیا اور گاڑی اندر لے گیا۔پورچ میں گاڑی کھڑی کر کے اس نے دروازہ بند کیا اور بغیر کچھ کہے وہ اندر چلا گیا۔

پورچ کے ساتھ ایک اجڑا ہوا لان تھا جس کی کافی عرصے سے دیکھ بھال نہیں کی گئی تھی۔شبیہ بھی اسکے پیچھے اندر آ گئی۔وہ ہال میں ہی کھڑا تھا۔گھر ویل فرنشڈ نہیں تھا۔اور شاید کافی دنوں سے بند بھی تھا۔ہر چیز پر گرد پڑی ہوئی تھی۔اس نے ہال کے دائیں طرف ایک بیڈ روم تھا۔اسکے ساتھ ہی چھوٹا سا کچن تھا۔ہال کے بائیں جانب سے ایک سیڑھی اوپر جا رہی تھی۔

حاشر:"اوپر آ جاو۔"

وہ کہہ کر وہ سیڑھیاں چڑھ گیا۔اس نے بھی آہستہ سے ڈرتے ہوئے پہلی سیڑھی پر پاوں رکھ دیا۔اوپر دو بیڈ رومز اور ایک اسٹور تھا۔کمروں کے آگے ایک چھوٹا سا ہال تھا جس کا دروازہ ٹیرس کو جاتا تھا۔ہر روم کے ساتھ اٹیچ باتھ روم تھا۔وہ ایک کمرے کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

"تم یہاں رہو گی۔یہ میرا کمرہ ہے۔"

وہ دوسرے کمرے کی طرف انگلی سے اشارے کر رہا تھا۔

نیچے کا کمرہ میں اسٹڈی روم کے طور پر استعمال کرتا ہوں۔ تم فریش ہو جاو۔ تمہارا سامان گاڑی میں ہے میں لا دیتا ہوں۔

وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بول رہا تھا۔ شبیہ سر جھکائے خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔ یہ سب کہہ کر وہ واپس مڑ گیا۔

وہ بہت ہچکچاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرہ روشن اور ہوادار تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک سنگل بیڈ پڑا تھا۔ ایک طرف لکڑی کی بنی الماری تھی جو چھت تک جا رہی تھی۔ اس پر اسکے قد سے بھی بڑا شیشہ لگا ہوا تھا۔ بائیں طرف واش روم تھا۔ کھڑکی شاید وہ ہی کھول کر گیا تھا۔ وہ ابھی کھڑی ہوئی کمرے کا معائنہ ہی کر رہی تھی کہ وہ اسکا بیگ لے آیا۔ وہ اسے دروازے پر رکھ کر ہی واپس لوٹ گیا۔

وہ بیگ اندر لے آئی۔ ایک سوٹ نکالا اور واش روم میں گھس گئی۔ واشروم میں استعمال کی ہر چیز موجود تھی۔ اسے حیرت ہوئی تھی۔ وہ گھر کافی عرصے سے بند تھا تو یہ سب؟ شاید اسی نے رکھا ہو۔ وہ نہا کر باہر نکلی ہی تھی کہ اسے سامنے کھڑا پا کر ٹھٹک گئی۔ اس نے جلدی سے اپنا

New Era Magazine

دوپٹا ٹھیک کیا اور اسکے ایک پلو سے سر ڈھانپ لیا۔وہ خاموش کھڑا اسی کو دیکھتا رہا۔شبیہ کو اسکی آنکھوں کی تپش سے الجھن ہو رہی تھی۔

حاشر:"یہ ناشتہ اور دوائیاں ہیں لے لینا۔"

اس سے نظریں ملائے بغیر وہ کہہ کر چلا گیا تو اس نے سکون کا سانس لیا اور آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔وہ روم لاک کرنا چاہتی تھی مگر اسکا لاک خراب تھا۔ہزار کوششوں کے بعد وہ بیڈ پر ڈھے گئی۔

سامنے ٹرے میں بریڈ اور ہاف فرائی انڈہ اسکا منہ چڑا رہا تھا۔اسے ہاف فرائی ایگ سے سخت چڑ تھی۔اسے کچی زردی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔وہ تو انڈہ بوائل بھی اتنی دیر تک کرتی تھی کہ زردی کے کچا رہنے کا امکان نہ ہو۔مجبوراً اس نے ایک لقمہ بنا کر منہ میں لیا۔یہ وہی جانتی تھی کہ اس نے اسے حلق کے نیچے کیسے اتارا۔اس نے بمشکل ہی ایک چوتھائی انڈہ کھایا تھا۔اسکے بعد اسے لگا کہ اگر وہ ایک لقمہ بھی اور لے گی تو اسے قے آ جائے گی۔ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ اپنے بال سلجھانے میں مصروف ہو گئی۔

-----------

اسکی آنکھ کھلی تو شام کے پانچ بج رہے تھے۔وہ حیران تھی کہ وہ اتنی دیر سوتی رہی ہے۔وقت دیکھا تو احساس ہوا کہ نماز کا وقت جا رہا ہے۔بستر سے اتر کر وہ واشروم چلی گئی۔نماز سے فارغ ہو کر وہ وہیں بیٹھی پرانے واقعات سوچتی رہی۔نم آنکھوں سے وہ ایک ہی دعا کا ورد کرتی رہی:

"یااللہ! مجھے صبر کرنے کی توفیق عطا فرما۔"

وہ جائے نماز پر ہی بیٹھی ہوئی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔ جلدی سے آنسو پونچھ کر اس نے دروازہ کھولا وہ سامنے کسی گہری سوچ میں غرق کھڑا تھا۔

حاشر: "کھانا کھالو تم نے ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا اور دوپہر کی دوائی بھی نہیں لی ہے۔"
یہ کہہ کر وہ واپس پلٹ گیا۔

اسے کیسے پتا؟ کیا وہ یہاں آیا تھا؟ شبیہ نے سوچتے ہی فوراً پلٹ کر سائیڈ ٹیبل پر دیکھا تھا وہاں برتن موجود نہیں تھے۔ وہ واقعی وہاں آیا تھا۔ کب؟ وہ نہیں جانتی تھی۔ اسے خود پر غصہ آرہا تھا۔

وہ خاموشی سے نیچے آگئی۔ وہ ہال میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ وہ کچن میں چلی گئی۔ ایک طرف ہاٹ پاٹ میں روٹیاں رکھی ہوئی تھیں اور اوون کے ساتھ ایک شیشے کے باول میں سالن تھا۔ بادل ناخواستہ اس نے سالن گرم کرنے کے لئے اوون میں رکھا۔ کھانا اس نے کچن میں ہی کھایا۔ کھانا کیا تھا تین چار الٹے سیدھے لقمے تھے جن کو پانی کی مدد سے حلق سے نیچے دھکیلا گیا تھا۔ وہ میلے برتن دھو رہی تھی جب وہ کچن میں آیا تھا۔

حاشر: "ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟"

فریج سے پانی نکالتے ہوئے اسکی طرف پیٹھ کیئے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

شبیہ: "جی۔"

وہ کسی بھی تاثر سے خالی لہجے میں کہتی برتنوں میں گھس گئی۔ گروسری وہ کر آیا تھا۔ سامان سلیب پر ہی رکھا تھا۔

پانی پی کر وہ باہر چلا گیا جبکہ وہ کچن سنوار کر اسکے لئے چائے بنانے لگی۔ چائے لے کر وہ باہر آئی تو وہ وہاں نہیں تھا۔ وہ اسے نہ تو پورچ میں ملا نہ ہی اسٹڈی میں۔ بلاخر وہ کو ئلوں پر چلتی ہوئی اوپر اسکے روم کے پاس کھڑی تھی مگر ہمت نہیں کر پا رہی تھی کہ دروازہ کھول کر اندر جا سکے۔ اس نے ہمت کر کے دروازے پر دستک دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس نے دروازہ کھول دیا اور اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ وہ شاید ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ شبیہ اس سے ذرا فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔

حاشر: "بیٹھ جاو۔"

وہ ٹی وی پر نظریں جمائے کہہ رہا تھا۔شبیہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔نہ جانے وہ کیا کہے گا۔بہت سارے وہموں نے اسے گھیر لیا تھا۔اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ہاتھ کانپ رہے تھے جن کو چھپانے کے لئے اس نے زور سے مٹھیاں بھینچ کر لیں۔

"آگے کا کیا پلان ہے؟"اس نے سادے سے لہجے میں پوچھا۔

شبیہ:"جی؟"وہ نا سمجھی سے بولی۔

حاشر:"میرا مطلب ہے آگے آپ کیا کریں گی؟ساری زندگی یہیں تو نہیں رہیں گی نا؟کچھ تو سوچا ہی ہوگا اپنے بارے میں۔"
وہ ابھی بھی ٹی وی پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔اسکا لہجہ اسکے چہرے کی طرح سپاٹ تھا۔شبیہ کے پاس بولنے کے لئے کچھ تھا ہی نہیں اس لئے سر جھکائے خاموشی سے بیٹھی رہی۔

"مجھے آپ کے یہاں رہنے پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اگلے مہینے مجھے فارن جانا ہے اپنی اسٹڈیز کے لیے۔میں واپس آوں گا یا نہیں،کب آونگا،یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا۔ایسے میں آپکا یہاں اکیلے رہنا مناسب نہیں ہے۔مجھے امید ہے آپ میری بات سمجھ رہی ہیں۔"

New Era Magazine

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جو مسلسل ہاتھوں کی کپکپاہٹ چھپانے کے لئے مٹھیاں بھیچے بیٹھی تھی۔ شبیہ نے جواب میں بمشکل ہی سر ہلایا۔

"گڈ۔ تو کہاں رہیں گی آپ؟ میرا مطلب ہے اپنے گھر جائیں گی یا کسی ریلیٹو کے؟" وہ اسے جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

شبیہ: "میں جلد ہی چلی جاوں گی یہاں سے۔
وہ اپنے آپ کو کمپوز کر چکی تھی۔" اس لئے لہجہ نارمل بناتے ہوئے بولی۔ کبھی کبھی اپنے آپ کو سنبھالنے کے لئے سالوں لگ جاتے ہیں اور کبھی ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے۔

حاشر: "ہماری شادی نہ تو لو میرج ہے اور نہ ہی ارینج بلکہ یہ تو زبردستی کا سودا تھا۔ خیر ہم اسے لمبا لیکر نہیں چل سکتے۔ جب تک آپ کا رہنے کا کوئی بندوبست نہ ہو جائے آپ یہیں رہ سکتی ہیں۔ اسکے بعد فورا یا دیر سے آپ جب چاہیں خلع لے سکتی ہیں یہ حق ہے آپکا۔ اسکے بعد جس طرح چاہیں اور جس کے ساتھ چاہیں آپ اپنی زندگی گزار سکتی ہیں۔"
وہ شبیہ کے چہرے پر نظریں گاڑے بولا تو اس کے چہرے پر کئی رنگ آئے اور گئے تھے۔ آخر خود کو بمشکل سنبھالتی وہ کمرے سے نکل گئی۔ بستر پر لیٹے وہ اپنے مستقبل کے متعلق سوچنے لگی۔

New Era Magazine

-----

اگلے ہی دن ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے حاشر کے لئے ناشتہ ٹیبل پر لگایا اور خود تیار ہونے چلی گئی۔واپس آئی تو وہ جانے کے لئے اٹھ رہا تھا۔اسکو دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا۔

وہ بلیک کلر کے عبایہ میں ہاتھ میں ہینڈ بیگ لئے سیڑھیوں سے اتر رہی تھی۔اسکی پرسنیلٹی متاثر کن تھی اگر یہ شادی عام حالات میں ہوئی ہوتی تو وہ اس کی دل کھول کر تعریف کرتا۔

حاشر:"آفس جارہی ہو؟"

اسکے قریب آنے پر اس نے پوچھا۔نظریں ہنوز اس پر جمی ہوئی تھیں۔

شبیہ:"جی۔"

مدھم آواز میں جواب دیا گیا تھا۔

حاشر:"چلو میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔"

شبیہ کو لگا بطور فارمیلٹی آفر کی گئی ہے۔

شبیہ:"نو تھینکس میں چلی جاوں گی۔جب وقت آئے گا تب چھوڑ دیجئے گا۔"

آخری جملہ وہ بس سوچ ہی سکی۔

حاشر: "تمہیں راستوں کا نہیں پتا۔ میں ڈراپ کر دوں گا۔ فی الحال تم ذمے داری ہو میری۔"
اس بار آواز میں فکر مندی جھلک رہی تھی۔

شبیہ: "زبردستی کے سودوں میں ذمے داری نہیں ہوتی بوجھ ہوتا ہے اور میں اپنا بوجھ اٹھانا جانتی ہوں۔ آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"
سادہ سے لہجے میں کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔

----------

اسے اس گھر میں ایک ہفتہ ہونے کو تھا۔ وہ صبح سات بجے نکلتی اور شام ساڑھے چار بجے تک واپس آجاتی۔ اس نے حاشر کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ پچھلے تین ماہ سے وہاں جاب کر رہی تھی۔ گھر آنے کے بعد وہ گھر کے کاموں میں مصروف ہو جاتی تھی۔ رات کو صبح کی تیاری کرتی اور سو جاتی۔ کافی دنوں سے اس نے اپنی یونیورسٹی کے ہاسٹل میں رہائش کے لیے اپلائی کیا ہوا تھا۔ بلآخر فیکلٹی ہاسٹل میں اسے جگہ مل تو گئی مگر ہاسٹل میں تعمیراتی کاموں کے باعث اسے تین دن بعد شفٹ ہونے کا کہا گیا۔ وہ خوش تھی کہ اسکے رہنے کا انتظام ہو گیا تھا۔

رات وہ اسے چائے دینے کے بعد نماز پڑھ کر پیکنگ کرنے بیٹھ گئی تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ کھڑا اسکے سامان کو دیکھ رہا تھا۔وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔

شبیہ: "کچھ چاہیئے آپ کو؟"
اس سے نظریں ملائے بغیر وہ پوچھ رہی تھی۔

حاشر: "کہیں جا رہی ہو؟"
سوال کے جواب میں سوال کیا گیا تھا۔

شبیہ: "جی وہ میرے رہنے کا انتظام ہو گیا ہے تو۔۔۔"

حاشر: "کب جاو گی؟"

اس نے بات کاٹ دی۔

شبیہ: "پرسوں شام تک۔"
وہ اپنے پیروں کو دیکھتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔ایک گہری خاموشی کے بعد اس نے سر اٹھایا تو وہ جا چکا تھا۔وہ سر جھٹک کر دوبارہ پیکنگ میں مصروف ہو گئی۔

-----------

وہ باول میں کھانا ڈال رہی تھی جب وہ کچن میں داخل ہوا۔ وہ اپنے کام میں مصروف رہی۔ وہ پیچھے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ جب وہ ٹیبل پر کھانا لگا چکی تو وہ اسکے بغیر کہے آ کر بیٹھ گیا۔ وہ کھانا دیر سے کھاتا تھا۔ شبیہ اسی وقت اسکے لئے گرم گرم چپاتی پکاتی تھی۔ اسے بیٹھتا دیکھ کر وہ اسکے لئے گرم چپاتی ڈالنے کے لئے اٹھی۔

حاشر: "بیٹھ جاو۔" اس نے حکم صادر کیا تھا۔

شبیہ: "وہ میں۔۔۔"
وہ منمنائی تھی۔

حاشر: "بات کرنی ہے تم سے۔"
اس نے بات کاٹ دی۔

حاشر: "تم کہیں نہیں جاوگی۔ یہیں رہو گی۔ جب میں جاوں گا تب چلی جانا۔ تب تک تم کہیں نہیں جا رہی ہو۔"
وہ دو ٹوک انداز میں بات کر رہا تھا۔

شبیہ: "لیکن۔۔۔"

اس نے بولنا چاہا مگر اس نے دوبارہ بات کاٹ دی۔

حاشر: "بابا چاہتے ہیں ایسا۔اور میں انہیں منع نہیں کر سکتا۔"

اسکے کچھ کہنے سے قبل وہ اٹھ کر چلا گیا۔اسکی باتوں نے اسے الجھا دیا تھا۔جبکہ دوسری طرف وہ خود حیران تھا کہ اس نے اسے کیوں روکا۔اور بابا کا نام لیکر جھوٹ کیوں بولا۔

-----------

رات کے بارہ بج رہے تھے اور وہ گھر نہیں لوٹا تھا۔ایسا پہلی بار ہوا تھا۔اسکے پاس نہ تو اسکا سیل نمبر تھا اور نہ ہی آفس کا۔اسے تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ اسکا آفس کہاں ہے۔وہ مسلسل ہال میں ٹہلے جا رہی تھی۔اسکا دل بیٹھے جا رہا تھا۔اپنی حالت پر وہ خود حیران تھی۔ساڑھے بارہ کے قریب بیل بجی تھی۔

شبیہ: "کون؟"

اس نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

حذیفہ: "بھابھی میں حذیفہ ہوں عاشر کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے دروازہ کھولیں پلیز۔"

اسکی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔اللہ کا نام لے کر اس نے دروازہ کھول دیا۔سامنے ایک سانولے رنگ کا ایک لمبا چوڑا نوجوان عاشر کو تھامے کھڑا تھا۔اس نے راستہ چھوڑ دیا۔وہ اسے اوپر اسکے روم میں لے گیا۔جس طرح وہ گھر میں پھر رہا تھا اس سے ظاہر تھا کے وہ اس گھر میں کئی دفعہ آچکا ہے اور اسکے چپے چپے سے واقف ہے۔اسے کمرے میں لٹا کر وہ واپس آیا تھا۔وہ بت بنی وہیں کھڑی تھی۔حاشر کی حالت اسے بہت کچھ سمجھا گئی تھی۔

حذیفہ: "کسی نے اسکی ڈرنک میں۔۔۔ٹھیک ہے اب۔۔آرام کرے گا تو صبح تک ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ڈاکٹر کو بھی دکھا دیا ہے۔۔پریشان نہ ہو۔۔۔"

وہ اسے تسلی دے رہا تھا مگر اسکے الفاظ اسکا ساتھ نہیں دے پا رہے تھے۔اس نے غور کیا تو سمجھ آیا کہ وہ حذیفہ ہے۔

"میں چلتا ہوں۔"

اپنا کارڈ نکال کر اس نے ٹیبل پر رکھ دیا کہ جانتا تھا کہ اس کے پاس اسکا نمبر نہیں ہو گا۔

"اگر ضرورت پڑے تو مجھے بلا لیجیے گا میرا گھر یہیں پاس ہی ہے۔" وہ جانے کے لئے مڑ گیا مگر دروازے سے پلٹا اور اسکے سر پر ہاتھ پھیر دیا۔اسکے بعد وہ رکا نہیں۔

New Era Magazine

اس نے ہمت جتا کر دروازہ لاک کیا۔کافی دیر ہال میں ٹہلنے کے بعد اس نے سیڑھیوں کا رخ کیا۔اسکے لئے سیڑھی چڑھنا پل صراط پر چلنے کے مترادف ہو گیا تھا۔وہ اوپر گئی تو وہ دروازے میں کھڑا تھا۔اسے دیکھ کر اسکی طرف بڑھا تو وہ مزید سہم گئی۔وہ لڑ کھڑاتا ہوا اس تک پہنچا۔ اسکے قریب آتے ہی اس نے ایک زناٹے دار تھپڑ اسکے چہرے پر رسید کیا۔اسکے بعد تو تھپڑوں کی بارش شروع ہو گئی۔

حاشر: "کیا سمجھتی ہو تم خود کو؟ تمہاری وجہ سے میرا آج اور کل برباد ہو گیا ہے۔ مصیبت بن گئی ہو میرے لئے۔میرے گلے کا طوق بنادیا گیا ہے تمہیں۔ نفرت ہے مجھے تم سے۔تمہاری وجہ سے مجھ سے میری فیملی، میری خوشیاں، میرے خواب سب چھن گئے۔تمہارے گھر والوں نے اپنی بدنامی کو چھپانے کیلئے میری زندگی خراب کردی ہے۔چلی کیوں نہیں جاتی ہو یہاں سے؟"

وہ اسے مارتے ہوئے چلا رہا تھا۔گھر اسکو چیخوں سے گونج رہا تھا مگر بچانے والا کوئی نہیں تھا۔

"میرا تو تمہارے ساتھ افیئر تھا نا؟ بدکاری کی نا میں نے۔میں بتاتا ہوں تمہیں کہ افیئر چلاتے کیسے ہیں؟ بدکاری کیا ہوتی ہے میں بتاتا ہوں آج۔" وہ اسکو گھسیٹتا ہوا کمرے میں لے گیا۔وہ اپنے آپ کو چھڑانے کی لاکھ کوشش کرتی رہی مگر وہ جنونی ہو رہا تھا۔سونے پر سہاگا یہ کہ وہ نشے میں تھا۔

New Era Magazine

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

اسکی آنکھ بارہ بجے کھلی۔اسکا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔اس نے موبائل ڈھونڈنے کے لیے بستر پر ہاتھ مارا تو اسکے ہاتھ میں کچھ چبھ گیا۔کمفرٹر ہٹا کر دیکھا تو بستر پر لال رنگ کی کانچ کی چوڑیوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔وہ بجلی کی تیزی سے بیڈ سے اترا تو اسے اپنے نیچے سے شبیہ کا دوپٹا ملا۔اسکا خون کھول گیا تھا۔دماغ ٹھیک سے کام ہی نہیں کر رہا تھا۔وہ تیزی سے اسکے کمرے کی طرف لپکا۔وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔حاشر کی طرف اسکی پیٹھ تھی۔

حاشر:"تم ایسا کیسے کر سکتی ہو؟تم جانتی ہو سب۔میں نشے میں تھا مگر تم تو ہوش میں تھیں۔"

وہ چلا رہا تھا مگر اس نے بولنا تو دور مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔

"جواب دو میرا۔"

وہ دھاڑتا ہوا آگے بڑھا اور اسکا بازو پکڑ کر اسکا رخ اپنی طرف کیا۔اسکے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ حواس باختہ ہو گیا۔اس نے شبیہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔اسکی متورم آنکھیں،چہرے پر نیل کے اور کلائی پر چوڑیوں کے ٹوٹنے سے لگنے والی چوٹ کے نشان اسے کل کے واقعات یاد دلانے کے لیے کافی تھے۔اسکی گردن پر بیلٹ کا نشان تھا جو اسے اپنے جانور ہونے کا ثبوت دے رہا تھا۔

شبیہ خاموش کھڑی رہی جبکہ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

وہ دو دن تک اس کا سامنا کرنے، اس سے معافی مانگنے کی کوشش کرتا رہا مگر ہمت ہی نہیں کر پایا۔ اس دن کے بعد سے وہ اسکے سامنے نہیں آئی اور اگر کبھی غلطی سے سامنا ہوا بھی تو اس نے راستہ بدل لیا۔

اس دن آفس میں بیٹھ کر اس نے اپنے آپ سے عہد لیا کے وہ اس سے بات کرے گا۔ وہ اس کے لئے بہت اہم تھی اسے وہ تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا مگر دے گیا تھا۔ اس رات کسی نے مذاق میں اسکے ڈرنک میں کچھ ملا دیا تھا۔ وہ نشہ تو دور سگریٹ تک نہیں پیتا تھا۔ اب وہ اپنے کئے پر شرمندہ تھا۔ وہ اسے منانا چاہتا تھا۔

وہ شام کو روٹین سے پہلے گھر آ گیا۔ وہ کچن میں نہیں تھی۔ ہمت جٹا کر وہ اوپر آ گیا۔ اسکے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے دروازہ بجایا۔ اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔ ہمت کر کے اس نے دروازہ کھولا۔ کمرہ خالی تھا۔ اسکا دل زور سے دھڑکا تھا۔ کچھ سوچ کر اس نے واشروم کے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ وہ نہیں تھی۔ چلی گئی تھی وہ۔ ایسا تو اس نے کبھی نہیں چاہا تھا۔ وہ ایک طوفان کے ساتھ اسکی زندگی میں آئی تھی اور دوسرے کے ساتھ چلی گئی۔

وہ اس گھر میں چند دن رہی تھی مگر اسکے جانے کے بعد اسے وہ گھر اسے یاد کرتا محسوس ہوتا۔ شاید یہ گھر نہیں وہ خود تھا جو اسے یاد کر رہا تھا۔اس کے دل نے اسے بتائے بغیر اسکو اس گھر کا اور اسکی زندگی کا حصہ مان لیا تھا۔اسکے دل کا تو وہ نہ جانے کب سے حصہ بنی ہوئی تھی۔

---------

وہ ہر روز کی طرح آج بھی دادو کے ساتھ واک پر نکلا تھا۔واک تو ایک بہانہ تھی دادی پوتے کے ساتھ رہنے اور ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا۔وہ باتیں جو وہ گھر کی چار دیواری میں نہ کر پاتے وہ سڑکوں کی چھان مارتے ہوئے کرتے۔جن میں ماما کی برائیاں سرفہرست ہوتیں۔ سارا اسکی سوتیلی ماں اور جسٹس افضل جوئیہ کی دوسری بیوی تھیں۔ماما سے انکی شادی حاشر کی وجہ سے ہوئی تھی جسکی ماں اسکی پیدائش کے دو دن بعد ہی چل بسی تھیں۔دادو کی طبیعت ان دنوں بہت خراب تھی تو حاشر کی پرورش کے لئے دادو نے سارا انور کو اپنی بہو بنا لیا۔

"حاشر تیری محبت میں میں نے اس ڈائین کو اپنے گھر کا راستہ دکھا کر اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی ماری۔" دادو اکثر اس سے کہا کرتی تھیں۔

ماما بس نام کی ہی ماما تھیں۔ماں ہونے کا کوئی فرض انہوں نے انجام نہیں دیا تھا۔پہلے تو بابا ان پر سختی کرتے تو وہ اسکے ایک دو کام کر لیا کرتیں مگر اس اذیت کے نتائج حاشر کو بھگتنے پڑتے۔

اسلئے بابا نے اسکے لئے گورنس رکھ دی۔ مگر اسکی اصل پرورش اور اسکی تربیت سب میں صرف دادو کا دخل تھا۔

دادو اور بابا اسکی کل کائنات تھے۔اس نے دادی کی فرمائش پر ہی انجینئرنگ کی تھی۔اور اگلے ماہ اس نے ایم ایس کے لیے باہر جانا تھا۔ بابا نے اس سب میں اسکا ساتھ دیا تھا۔ وہ اور انکی دعائیں ہمیشہ اسے سپورٹ کرتی رہیں۔ بابا خود چاہتے تھے کہ وہ ایم ایس کرے مگر کبھی کہا نہیں کیونکہ انکا ماننا تھا وہ وہ کام کرے جس میں اسکی خوشی ہو۔ وہ ماں باپ کے بچوں پر فیصلے صادر کرنے کے خلاف تھے۔ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا جب اس نے اپنے آخری سمسٹر میں ان سے باہر جا کر ایم ایس کرنے کی بات کی۔

واک کے بعد وہ پارک میں بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ دادو واک کے بعد اتنا تھک جاتی تھیں کہ وہ واپس کار میں آتی تھیں۔ ڈرائیور کو وہ کال کر کے بلا لیا کرتا تھا۔ آج بھی وہ وہیں سے واپس آرہے تھے۔ دادو گاڑی میں تھیں اور وہ کسی کتاب کا پتا کرنے کے لئے سامنے بک شاپ پر گیا تھا۔
شام کا وقت تھا رش نہ ہونے کے برابر تھا۔ ایک آٹھ سال کی پھول بیچنے والی بچی سڑک کراس کر رہی تھی تبھی ایک بلیک کلر کی تیز رفتار پیجارو اسے روندتی چلی گئی۔ بچی اتنی تیزی سے ہٹ

New Era Magazine

ہوئی تھی کی وہ زمین سے چار فٹ اوپر اچھلی اور واپس زمین پر آ گری۔گاڑی والے نے یہ دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی کہ وہ زندہ بھی تھی کہ نہیں۔

لوگ بچی کی طرف لپکے تھے جو خون میں لت پت کراہ رہی تھی۔حاشر بھی اس طرف گیا تھا۔ بے حس لوگ اس خون میں لتھڑی،زندگی اور موت کے درمیان جھولتے جسم کو تڑپتا ہوا دیکھ رہے تھے مگر کسی نے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔اس سے پہلے کہ وہ ہجوم پار کرتا ہوا اس تک پہنچتا ایک براون کلر کے عبایہ میں ملبوس نازک سی لڑکی اس کے قریب آئی۔اسکے ساتھ ایک اور لڑکی تھی جس نے جینز پر پرپل کلر کی پرنٹڈ فراک پہن رکھی تھی۔وہ صحت میں پہلے والی سے قدرے بہتر تھی۔

شبیہ:"بلیڈنگ بہت ہو رہی ہے گاڑی سٹارٹ کرو۔"

عبائے والی لڑکی نے ہدایت دی تھی۔

شانزا:"مگر ہنی۔"

دوسری کو شاید کوئی اعتراض تھا۔

شبیہ:"جو کہا ہے وہ کرو۔"

بات کاٹ دی گئی تھی۔ پھر اس نازک سی دھان پان والی لڑکی نے اس بچی کو گود میں اٹھایا اور گاڑی میں ڈال کر لے گئی۔ وہ واپس لوٹا تو دادو جو گاڑی میں بیٹھی یہ سب کاروائی دیکھ رہی تھیں انہوں نے اسے ہاسپٹل چلنے کا کہا۔

حاشر: "ہاسپٹل میں جاوں گا آپ کو گھر چھوڑ کر۔"

اس نے رسانیت سے جواب دیا۔

دادو: "نہیں وہ لڑکیاں ہیں۔ نہ جانے کیسے ہینڈل کریں گی۔ ڈرائیور ہاسپٹل چلو۔"

دادو نے جیسے فیصلہ سنایا تھا۔ اسے سرینڈر کرنا پڑا۔ وہ ہاسپٹل پہنچے تو ہی انہیں کاونٹر کے پاس نظر آئی۔

نرس: "دیکھیں آپ کے ریفرینس کی وجہ سے اسے ڈاکٹر چیک تو کر رہے ہیں مگر کچھ فارمیلٹیز ہیں جو۔۔۔"

وہ اسے کچھ فارمیلٹیز کے بارے میں بتا رہی تھی مگر اس نے بات کاٹ دی۔

شبیہ: "تمہید مت باندھیں مدعے پر آئیں۔"

وہ دوٹوک بات کر رہی تھی۔ اسکے الفاظ میں پریشانی کا عنصر نمایاں تھا۔

New Era Magazine

نرس: "جی یہ لڑکی۔۔" نرس کے بولنے سے پہلے ہی اس نے بات کاٹ دی۔

شبیہ: "زرینہ۔ زرینہ نام ہے اسکا۔ پورا نام نہیں جانتی۔ اسکی ماں نہیں آسکتی نہ ہی میں اسے یہ بتا سکتی ہوں کہ اسکی بیٹی موت اور زندگی کے بیچ جھول رہی ہے۔ آگے پیچھے کوئی نہیں ہے اسکے۔ جہاں کہیں اگر سائن کروانے ہیں تو میں کر دوں گی۔ ریلیشن میں بہن لکھ دینا۔ رہی بات یہ کہ یہ پولیس کیس ہے وغیرہ وغیرہ تو وہ آتی ہو گی۔ اور کچھ؟"
وہ اسکے خدشات سمجھتے ہوئے بولی۔

نرس: "لیکن میم۔۔۔"
اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی شبیہ نے اسکی بات کاٹ دی۔

شبیہ: "دیکھو میرے سامنے یہ فارمیلٹیز، رولز اینڈ ریگیولیشنز کی بات تو مت ہی کرنا۔ سب جانتی ہوں یہاں کون کونسے رولز فالو ہوتے ہیں۔"
وہ غصے سے بولی۔

"ڈاکٹر کی فیس، ہاسپٹل کا خرچہ ہم دے دیں گے اسکی فکر کرنے کی آپکو ضرورت نہیں ہے۔
آئی تھنک اب کوئی اوبجیکشن نہیں ہوگا آپکو۔" وہ انگلی اٹھائے اس سے پوچھ رہی تھی۔

ظفر: "اور اگر ہوا بھی تو آپ کی جاب خطرے میں پڑ سکتی ہے۔" پیچھے سے مردانہ آواز آئی تھی۔ وہ یکدم پلٹی تو پیچھے ظفر کھڑا تھا وہ اسکی طرف دیکھ کر مسکرا دی۔

ظفر: "ایس پی ظفر درانی۔" اس نے آگے بڑھ کر نرس کو اپنا تعارف کرایا۔
"مزید کوئی فارمیلٹی؟" اس نے مسکراتے ہوئے نرس سے پوچھا۔

مراد: "اب آپ کے لئے بھی فارمیلٹیز ہوں گی برخودار۔"
پیچھے سے ایک باریش ڈاکٹر سامنے آئے تھے۔ وہ ڈاکٹر مراد کو دیکھ کر ہنس پڑا۔ وہ ان کے انکل تھے۔ وہ انہیں ڈاکٹر انکل ہی کہا کرتے تھے۔

شبیہ: "وہ بچی کیسی ہے اب انکل؟" وہ پریشان سے بولی تھی۔

مراد: "خون بہت بہ گیا ہے۔ ڈاکٹرز کوشش کر رہے ہیں"۔
انکی بات پر وہ مزید پریشان ہو گئی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

New Era Magazine

"فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"ڈاکٹر انکل نے اسکے سر پر بوسہ لیا تھا۔وہ اسے تسلیاں دے کر چلے گئے تو وہ ظفر کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔پریشانی اسکے چہرے پر عیاں تھی۔
دادو اور حاشر سامنے بینچ پر بیٹھ گئے تھے مگر دونوں کی نگاہوں کا مرکز وہی تھی۔

ظفر:"اکیلے لائی ہو اسے یہاں؟اتنی بہادر تو نہیں ہو"۔
وہ اسکی توجہ اس بچی کی طرف سے ہٹانا چاہتا تھا۔سو ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

شبیہ:"نہیں شانزا ساتھ تھی۔"
وہ مسکرائی تھی۔

ظفر:"شانزا؟بہت خراب ہو تم یار۔مجھے بتایا تو ہوتا۔میں تیار ہو کر آتا۔کہاں ہے وہ؟کیا سوچے گی میرے بارے میں کپڑے بھی چینج نہیں کئے میں نے۔بتاو بھی اب کہاں ہے وہ؟"
وہ تیزی سے بولتا اس سے شکوے کرتا اسے ارد گرد تلاش کرنے لگا۔

شبیہ:"بھائی وہ کینٹین تک گئی ہے۔آتی ہو گی۔"
وہ اسکی باتوں سے محظوظ ہو رہی تھی۔حاشر نے نوٹ کیا تھا کی جب وہ ہنستی تھی تو اسکی آنکھیں چمکتی تھیں۔ظفر الٹی سیدھی باتیں کر کر کے اسے ہنساتا رہا۔تبھی ایک نو عمر ڈاکٹر باہر آیا۔

New Era Magazine

ڈاکٹر: "اس بچی کے ساتھ کون ہے؟"

ایک لمحے کو تو شبیہ کا دل دھڑکنا بھول گیا۔

ظفر: "کیا بات ہے ڈاکٹر ٹھیک تو ہے ناوہ؟"

وہ بھی پریشان ہوا۔ شبیہ میں تو اٹھنے کی بھی ہمت ہی نہیں تھی۔ وہ ظفر کے ساتھ کھڑے ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھی۔

ڈاکٹر: "دیکھیں اسے بلڈ لگانے کی ضرورت ہے آپ بلڈ کا انتظام کریں۔"

ظفر: "کونسا بلڈ گروپ ہے مجھے بتادیں میں بلڈ بینک سے لے آوں گا۔ ڈاکٹر سے پوچھ کر وہ چلا گیا۔" تو شانزا اسکے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔

شانزا: "کیا بات پریشان کر رہی ہے تمہیں؟ بتاو مجھے۔"

اس نے شبیہ کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پوچھا۔

شبیہ: "اسے کچھ نہیں ہو گا نا؟"

وہ تسلی چاہتی تھی۔شانزا اسکا منہ دیکھتی رہی۔اس نے اپنی ہنی کو گلے لگالیا۔

شانزا:"کچھ نہیں ہوگا۔اس پر نہیں تو تم پر ہی ترس کھا کر اللہ اسے ٹھیک کر دیں گے۔"وہ اسے چھیڑ رہی تھی مگر وہ کچھ نہیں بولی۔اسکے ہونٹ مسلسل حرکت کر رہے تھے۔وہ شاید کچھ پڑھ رہی تھی۔

دادو:"بیٹا اللہ کی ذات سے ناامید نہیں ہوتے۔وہ اسکے لئے وہی کرے گا جو بہتر ہوگا۔تم دل چھوٹا مت کرو۔"انہوں نے اسے پیار سے سمجھایا تھا۔

شانزا:"آپ؟"

وہ حیرت سے بولی۔شبیہ نے بھی انکو دیکھا۔

دادو:"ہم وہیں تھے جہاں یہ سب ہوا۔اس بچی کی وجہ سے ہی آئیں ہیں۔"

انہوں نے وضاحت کی تھی۔دادو اسے کسی چھوٹے سے بچے کی طرح سمجھا رہی تھیں۔اسے پیار کر رہی تھیں،تسلیاں دے رہی تھیں۔وہ تو بس روئے جا رہی تھی۔

---------------

وقت گزر رہا تھا مگر ظفر آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ڈاکٹر بار بار بلڈ کا پوچھ رہے تھے۔



New Era Magazine

ڈاکٹر: "کتنی دیر ہے آپ پتا کریں ورنہ بلڈ کے آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

اس نے ڈاکٹر کو کہتے سنا تو زور سے آنکھیں میچ لیں۔اسکی آنکھوں کے سامنے ایک چہرہ آگیا تھا۔

ایک لمحے میں اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

شبیہ: "کونسا بلڈ گروپ چاہیئے؟" وہ کھڑی ہوگئی۔

ڈاکٹر: "بی پازیٹو۔"

شبیہ: "میرا بلڈ گروپ یہی ہے۔میرا بلڈ لگا دیں اسے۔"

اس کے لہجے میں کیا تھا کوئی نہیں سمجھ پایا۔

ڈاکٹر: "آپ بہت کمزور ہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے۔"

ڈاکٹر نے انکار کیا تو اسے غصہ آگیا۔

شبیہ: "تو کیا آپ اسے مرنے دیں گے؟"

وہ غصہ سے بول رہی تھی۔

ڈاکٹر: "تو کیا مرتے ہوئے کو بچانے کے لئے میں زندہ کو مار دوں؟" جواب تڑخ کر آیا تھا۔

شبیہ: "کوئی نہیں مرے گا۔ آپ بس میری بات مان جائیں۔"

وہ التجائیہ انداز میں بولی۔

ڈاکٹر: "میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں مگر میں یہ نہیں کر سکتا۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

شانزا: "ہنی کیا کر رہی ہو بات کو سمجھو یار۔"

اس نے اسے سمجھانا چاہا مگر وہ شانزا کا ہاتھ جھٹک کر باہر نکل گئی۔ وہ ڈاکٹر انکل کے پاس آگئی تھی۔ ان کو اس نے ڈاکٹر سے ہونے والی بات بتائی اور اپنے خون دینے کی وجہ بتائی۔

شبیہ: "اسکا ٹھیک ہونا بہت ضروری ہے انکل۔ اگر میں بلڈ دیتی ہوں تو بہت کم چانسز ہیں کہ بیمار ہو جاوں۔ مروں گی تو نہیں نا۔ لیکن اگر بلڈ وقت پر نہیں آیا تو دو لوگ مر جائیں گے۔" وہ سمجھ نہیں رہے ہیں۔ وہ انہیں قائل کر رہی تھی پھر وہ قائل کر کے ہی اٹھی۔

--------

ظفر بلڈ لے آیا تھا۔ بلڈ بینک شہر کے ایک کونے میں تھا تو ہاسپٹل دوسرے میں۔ راستے میں ٹریفک کی وجہ سے اسے آنے میں دیر ہو گئی تھی۔ اس نے نرس کو بلڈ دیا تو اس نے مسکرا کر کہا۔

نرس: "بلڈ تو مل گیا ہے۔"

شانزا: "مل گیا ہے مگر کہاں سے؟"
وہ حیرت سے سامنے کھڑی نرس کو دیکھ رہی تھی کچھ یہی حال ظفر کا تھا۔ نرس کے بولنے سے پہلے ڈاکٹر آ گئے۔

ڈاکٹر: "مبارک ہو آپ کا پیشنٹ اب خطرے سے باہر ہے۔ اگر بروقت بلڈ نہ لگتا تو وہ مر جاتی۔" ڈاکٹر انہیں تفصیل بتا رہا تھا۔

شانزا: "بلڈ کس نے دیا؟"
اس نے سوال دوہرایا۔

ڈاکٹر: "آپ کے ساتھ جو آئیں تھیں انہوں نے۔"
جواب انکے اوپر بجلی بن کر گرا تھا۔ وہ دونوں ایک دم پریشان ہو گئے تھے۔

ظفر: "کہاں ہیں وہ اب؟"

نرس: "یہ جو کوریڈور میں لاسٹ روم ہے اس میں ہیں۔"

جواب سنتے ہی وہ دونوں تیز تیز قدموں سے روم کی طرف گئے۔ داد و اور حاشر نے بھی انکا تعاقب کیا۔

وہ روم میں بستر پر لیٹی ہوئی تھی جبکہ ڈاکٹر انکل اسکے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انکے بولنے سے پہلے ہی انہوں نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور انکو لیکر باہر آ گئے۔

مراد: "ٹھیک ہے وہ کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھی۔"

باہر آکر انہوں نے تسلی دی۔

ظفر: "انتہائی بے وقوف ہے وہ۔ کسی کی نہیں سنتی۔ دوسروں کے لئے خود کو مار لے گی کسی دن۔"

وہ دھاڑا تھا جبکہ شانزا رو رہی تھی۔

"ڈاکٹر اس کا بلڈ کیسے لے سکتے ہیں حالت نہیں دیکھی اسکی؟"

ظفر کا غصہ کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

مراد: "میرے کہنے پر کیا ہے انہوں نے ایسا۔"

انکی بات پر کسی کو یقین نہیں آیا تھا۔

ظفر: "آپ کیسے کر سکتے ہیں یہ؟"

اس نے شکوہ کناں لہجے میں کہا۔

مراد: "اس بچی کی ماں کینسر کی لاسٹ سٹیج پر ہے۔ ہنی کو کچھ نہیں ہو گا میں جانتا ہوں۔ ویسے بھی ہمارے پاس دوسرا کوئی آپشن نہیں تھا۔"

وہ وضاحت دیتے ہوئے بولے۔

ظفر: "یہ تو نہ جانے کس مٹی کے بنی ہے۔ اسے تو اپنی زندگی کی کوئی فکر نہیں ہے اور کسی دوسرے کے لئے جسے جانتی نہ ہو اپنی زندگی خطرے میں ڈالنا اسکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ مگر آپ۔ آپ کیسے ساتھ دے سکتے ہیں اسکا؟ اتنی غیر زمے داری کیسے برت سکتے ہیں آپ؟"

وہ چلا رہا تھا جبکہ ڈاکٹر انکل منہ پر قفل لگائے کھڑے تھے۔

---------

ریسیپشن پر ایک لاغر عورت کسی بچی کے متعلق پوچھ رہی تھی۔وہ اتنی کمزور تھی کہ بغیر کسی سہارے کے چل بھی نہیں سکتی تھی۔اسکا چہرہ زرد تھا۔سیاہ حلقے اسکے چہرے پر نمایاں تھے۔ آنسوؤں کا ریلا تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔اسے صرف ماتا کھینچ لائی تھی ورنہ اسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے کسی گھڑی کی مہمان ہو۔

نرس: "زرینہ نام ہے کیا اسکا؟"

ریسیپشن پر کھڑی نرس نے پوچھا تو اس نے ڈرتے ڈرتے اثبات میں سر ہلا دیا۔

نرس: "بچ گئی ہے تمہاری بچی۔یہاں سے آگے جاو الٹے ہاتھ پہ پہلا کمرہ ہے اس میں ہے۔"

عورت: "شکر کرو اسکا جس نے خون دے کر بچایا ورنہ بچنے کے چانسز نہیں تھے۔"

نرس اسے تفصیل بتا رہی تھی۔

عورت: "کس نے دیا خون؟"

اس کے سوال پر نرس نے الف سے ے تک ساری کہانی سنا ڈالی۔وہ اسکا شکریہ ادا کرنے کے لئے اسکے کمرے کے پاس گئی۔وہاں ایک لڑکا اور لڑکی اس سے لڑ رہے تھے کہ اس نے یہ سب کیوں کیا اور وہ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔

New Era Magazine

شانزا: "آخر ایسی کونسی مصیبت آگئی تھی کہ تم نے اپنا خون دیا۔" شانزا کو اس کے خاموش بیٹھنے پر غصہ آرہا تھا۔

عورت: "میں ہوں وہ مصیبت۔"

وہ دروازے کے قریب کھڑی بولی تو تینوں نے ایک ساتھ اسے دیکھا۔ ہنی آہستہ سے نیچے اتری اور اسے اندر آنے کے لیے سہارا دیا۔ اسے روم میں موجود کاوچ پر بٹھایا۔

شبیہ: "ٹھیک ہے وہ اب۔ تھوڑی دیر میں ہوش میں آجائے گا۔"

وہ اس عورت کو تسلی دے رہی تھی۔ اس عورت نے اسے گلے لگا لیا۔

عورت: "خدا تمہاری ہر مراد پوری کرے۔ تمہیں زندگی کا ہر سکھ دے۔ دکھ تمہیں چھو بھی نہ سکیں۔" وہ اسے گلے لگائے نہ جانے کتنی دیر دعائیں دیتی رہی پھر اپنا رخ ظفر اور شانزا کی طرف کیا۔

"کینسر ہے مجھے۔ میرا زرینہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ یہ جانتی تھی کہ اگر میری بچی کو کچھ ہوتا تو میں مر جاتی۔" اس لئے اس نے اسے بچایا۔ وہ انہیں بتا رہی تھی۔

"میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

اس نے ہنی کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔

شبیہ:"یہ کیا کر رہی ہیں۔آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں اب۔"

شبیہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔ ظفر کو اپنی نرم دل بہن پر بہت پیار آیا تھا۔

----------

اگلے دن دادو اور وہ واک کے دوران اسی کو ڈسکس کرتے رہے۔اسکے بعد اسے وہ اکثر بک شاپ پر دکھی۔نہ چاہتے ہوئے بھی اسکی نگاہیں اسی کو ڈھونڈتی رہتیں۔

پھر ایک دن اسکی ملاقات فرینڈ کی شادی میں ہوئی۔وہ مہرون کلر کی ساڑھی میں ملبوس اسٹیج پر کھڑی دولہا سے باتیں کر رہی تھی۔اسکا پورا وجود ساڑھی میں ڈھانپا ہوا تھا۔

ان دونوں کے بات کرنے کے اسٹائل سے لگتا تھا وہ ایک دوسرے سے واقف ہیں۔اس نے چھپ کر اسکی تصویر کھینچ لی۔کیوں؟یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

حاشر:"کون تھی یہ؟"اس نے ساتھ کھڑے حذیفہ سے پوچھا۔

حذیفہ:"آپی کی دوست ہے۔آپی کی فیملی سے فیملی ٹرمز ہیں ان لوگوں کے۔ویسے تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

وہ اسے جانچتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

حاشر: "بس بھی کرو اب کیا کھاؤ گے؟" ویسے ہی پوچھ لیا تھا۔

وہ اسے ٹالنا چاہتا تھا۔

حذیفہ: "شہروز کو جانتے ہو؟"

کچھ سوچ کر اس نے حاشر سے سوال کیا تھا۔

حاشر: "کون وہ تمہارا کزن؟ اسکا یہاں کیا ذکر؟"

حذیفہ: "اگلے ماہ اسکی شادی ہے۔"

اس نے کچھ توقف سے کہا تو حاشر خاموش ہو گیا۔

حاشر: "اچھا۔ مبارک ہو۔"

اس نے رسما جواب دیا مگر سمجھ نہیں سکا تھا کہ وہ اسے کیوں بتا رہا تھا۔ نہ ہی یہ کہ اسکا دل ایک دم بے چین کیوں ہو گیا تھا۔

حذیفہ: "اسی لڑکی سے۔"

New Era Magazine

وہ حاشر کو بغور دیکھ رہا تھا۔ جس کے چہرے پر ایک رنگ آیا اور ایک گیا تھا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے آپ پر قابو پا لیا تھا۔

حاشر: "یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"
وہ فقط اتنا ہی کہہ سکا پھر وہ وہاں نہیں رکا۔ حذیفہ سے اسکی حالت چھپی نہیں تھی۔

----------

وہ دادو کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ اسکے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں۔

دادو: "میری جان کیوں اداس ہے آج؟"

حاشر: "ایسا تو کچھ بھی نہیں ہے۔"
وہ انہیں ٹال رہا تھا۔ وہ انہیں بتاتا بھی تو کیا؟ یہ بتاتا کہ جس لڑکی کو اسکی آنکھیں ڈھونڈتی ہیں, جسے وہ اپنے سب سے قریب دیکھنا چاہتا ہے, جسکو دیکھ کر اسکا دل اتنی زور سے دھڑکتا ہے کہ وہ ڈر جاتا ہے کہ کہیں وہ سینہ چیرتا ہوا باہر ہی نہ آجائے، جسکی آنکھوں کی چمک اسے کہیں اور دیکھنے ہی نہیں دیتی، جسکا معصوم چہرہ اسے ہر جگہ نظر آتا ہے وہ کسی اور کی ہونے والی ہے۔ شاید وہ اس سے محبت بھی کرتی ہو اس محبت سے کئی گنا زیادہ جو وہ اس سے کرتا ہے۔

دادو: "نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاو میں فورس نہیں کروں گی۔"

انہوں نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تو جواباً اس نے دادو کا ہاتھ چوم لیا۔

"ایک بات کہوں بیٹا۔وہ لڑکی ہے ناہنی وہ مجھے بہت پسند ہے تمہارے لئے۔تمہارا کیا خیال ہے؟"

دادو نے اسکے دل کی بات کی تھی پر اب اس سب کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

حاشر: "اسکی شادی ہے اگلے سال حذیفہ کے کزن سے۔"

ایک گہری خاموشی کے بعد اس نے بتایا۔

دادو: "تو یہ بات پریشان کر رہی ہے تمہیں۔ہیں نا؟"

وہ اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیکر بولیں تو وہ گڑبڑا گیا۔

حاشر: "دادو۔آپ بھی نا۔"

New Era Magazine

دادو: "کیامیں بھی نا؟دادی ہوں تمہاری۔ تم سے زیادہ تمہیں جانتی ہوں۔ میری جان وہ تمہاری زندگی میں آنے والی آخری لڑکی تو نہیں ہے نا۔ تم دیکھنا تمہیں ایک بہت اچھی سی لڑکی ملے گی جو مجھ سے بھی زیادہ تمہارا خیال رکھے گی۔"

وہ اسکا ہاتھ چومتے ہوئے یقین سے بولیں۔

حاشر: "آپ سے زیادہ میرا خیال کوئی بھی نہیں رکھ سکتا۔"

دادو اسکے جواب پر مسکرادیں۔

------

اگلے ماہ اس نے فارن جانا تھا مگر دادو بہت بیمار ہو گئیں۔ وہ دن رات انکا خیال رکھتا رہا مگر وہ بھی اسے چھوڑ کر ممی کے پاس چلی گئیں۔

وہ جانتی تھیں کہ وہ ہنی کو بہت پسند کرتا ہے۔ اسکی سوجی ہوئی سرخ آنکھیں بتاتی تھیں کہ وہ ظاہر نہیں کرتا لیکن اس کے نہ ملنے کا غم اسے کھوکھلا کر رہا تھا۔ زندگی میں پہلی دفعہ اس نے کسی سے اتنی دیوانہ وار محبت کی تھی۔

دادو ہر وقت اسکے لئے دعا کیا کرتی تھیں۔ وہ دادو کے سامنے مسکراتا تھا مگر اسکے روح کے زخم کا اندازہ تھا نہیں۔ اسی لئے انہوں نے بابا سے اسکے لئے لڑکی دیکھنے کا کہا۔ بابا چاہتے تھے کہ وہ پڑھائی مکمل کرلے پھر وہ اسکی شادی کر دیں گے۔ مگر دادو کو لگتا تھا جیسے لوہا لوہے کو کاٹتا ہے، زہر زہر کو مارتا ہے ویسے ہی عورت کا غم عورت ہی ختم کر سکتی ہے۔

انہوں نے افضل صاحب سے کہا کہ وہ فی الحال اسکی منگنی کر دیں کہ وہ اپنی زندگی میں اسکی خوشی دیکھنا چاہتی ہیں۔ سوا نہیں سرینڈر کرنا پڑا۔

لڑکی دیکھنے کی ذمے داری مما کی تھی سوانہوں نے اپنی بھانجی کو چنا۔ بابا ایک دو بار ہی اس سے ملے تھے۔انہیں وہ اچھی لگی تھی تو بات پکی ہو گئی۔ حاشر نے دادو کی خراب طبیعت کی وجہ سے کچھ نہیں کہا۔اسے اس شادی سے کوئی سروکار نہیں تھا وہ صرف دادو کی خوشی چاہتا تھا سو منگنی ہو گئی۔

--------

ریجا ماما کی بھانجی تھی۔ میڈیا اسٹڈیز کی اسٹوڈنٹ تھی۔ایک آزاد خیال، خوبصورت لڑکی۔ منگنی کے دن بھی وہ دادو کی وجہ سے ہی چہرے پر مسکراہٹ سجائے پھر رہا تھا۔اسے ریجا سے کوئی سروکار نہ تھا۔اسے تو کسی سے بھی کوئی سروکار نہ تھا۔بس حذیفہ نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر منگنی سے پہلے کہا تھا۔

حذیفہ: "لڑکی یا تو خوبصورت ہونی چاہیئے یا آزاد خیال۔ جہاں یہ دونوں چیزیں مل گئیں وہاں تربیت کا رنگ کچا نکلتا ہے میری جان کیونکہ ہمیں آزاد خیالی کی ڈیفینیشن نہیں آتی۔ ہم جیسے لوگ اسکے چکر میں ہر اس کام کو کرتے ہیں جو منع ہو۔ براڈ مائنڈنگ کے لیبل کے نیچے ہم غلط کام بھی دھڑلے سے کرتے ہیں۔ دھیان رکھنا کہ بھابھی جان بھی کہیں ایسی ہی براڈ مائنڈ نہ ہوں۔"

منگنی کے بعد نہ اس نے ریجا سے کوئی رابطہ کیا نہ ہی ریجا نے اس سے۔ منگنی کے ساتویں دن ہی دادو کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔ حاشر کے لئے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ بابا بھی غم سے نڈھال تھے۔ اگر کوئی نارمل تھا تو وہ ماما تھیں۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ ایسے کیسے نارمل رہ سکتی ہیں۔ گھر میں ایک جانور بھی ہو تو انسان اس سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اسکی تکلیف ہمیں تکلیف دیتی ہے۔ دادو تو پھر انسان تھیں۔

دادو کی ڈیتھ نے اس پر گہرا اثر کیا تھا۔ بابا نے اسکا فارن جانا کینسل کر دیا۔ انہوں نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اسے اگلے سال وہاں بھیج دیں گے۔ بابا اسے اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتے تھے۔ اس نے مزاحمت نہیں کی۔

اس برے وقت میں بابا اور حذیفہ اسکے ساتھ کھڑے تھے۔ حذیفہ کے کہنے پر ہی بابا نے اسے جاب کرنے پر مجبور کیا تا کہ وہ مصروف رہے۔ دن تو سارا آفس میں گزر جاتا مگر رات وہ پھر سے اسی سراب میں داخل ہو جاتا۔ اسے دادو اور ہنی دونوں یاد آتے تھے۔ اللہ اللہ کر کے اس نے نارمل ہونا شروع ہی کیا تھا کہ ایک دوسرا طوفان اسکا منتظر تھا۔

--------

ریجا، شہروز کی کلاس فیلو تھی۔ شہروز ڈیپارٹمنٹ کا سب سے ہینڈسم لڑکا تھا۔ ہر لڑکی کی یہی خواہش ہوتی کہ وہ اس سے فرینڈشپ کرے مگر وہ بہت ریزرو رہنے والا شخص تھا جو بس اپنے

کام سے کام رکھتا تھا۔ریجا دل پھینک تھی اور نہ ہی شہروز پلے بوائے تھا۔ان دونوں میں بس کلاس کی حد تک بات ہوتی تھی جیسے کہ کسی دوسری فیلو کے ساتھ۔

ریجا کا لاسٹ سمسٹر تھا وہ اپنی فیلوز کے ساتھ کینٹین میں بیٹھی تھی۔ان کے درمیان شہروز کو لے کر ہی بحث چل رہی تھی۔وہ ان باتوں سے بے نیاز چائے پینے میں مصروف تھی۔جب اسے لگا کہ کسی نے اسکا نام پکارا ہے۔اس نے چونک کر اوپر دیکھا تو وہ لوگ اسی کو دیکھ رہی تھیں۔

ریجا: "واٹ ہیپنڈ؟"

اس نے حیرت سے پوچھا۔

سائرہ: "کچھ نہیں۔"

ریجا: "ریئلی؟"

اسے یقین نہیں آیا تھا۔

ردا: "ارے سچ میں کچھ نہیں ہوا۔ چلو کلاس کے لئے لیٹ ہو رہے ہیں۔"

اس نے یقین دلانے کی کوشش کی تو وہ سر جھٹک کر اٹھ گئی۔

----------

New Era Magazine

سائرہ: "ریجا یار ایک بات پوچھوں؟"

وہ لائبریری میں تھی جب وہ اسکے سر پر آدھمکی تھی۔اس نے سر اٹھائے بغیر ہوں کہا۔

"تمہیں شہروز کیسا لگتا ہے؟"

اسے ایسے کسی سوال کی توقع نہیں تھی سوچونک کر سر اٹھایا۔

ریجا: "کیا مطلب کیسا لگتا ہے؟"

اس نے حیرت سے اسکا منہ دیکھا۔

سائرہ: "میرا مطلب ہے کیا تمہیں پسند ہے وہ؟"

اس نے چھوٹتے ہی وہ سوال کر ڈالا جو اسے دن رات پریشان کر رہا تھا مگر وہ خود پر قابو پا گئی۔

ریجا: "پاگل ہو گئی ہو کیا؟ پتا بھی ہے کہ کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ غرائی تھی۔

سائرہ: "بالکل نہیں۔میں جانتی ہوں کیا کہہ رہی ہوں۔"

New Era Magazine

جواب پر سکون لہجے میں دیا گیا تھا۔

ریجا: "پاگل ہو تم۔ تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔"

وہ جانے کے لئے کھڑی ہوئی تو اس نے ریجا کا ہاتھ پکڑ کر واپس بٹھا دیا۔

سائرہ: "کم از کم مجھ سے تو سچ بول لو۔ میں جانتی ہوں تم اسے پسند کرتی ہو مگر ظاہر نہیں کرتیں۔ دوسری فیلوز کو بھی لگتا ہے۔ اس دن کینٹین پر بھی یہی بات ہوئی تھی مگر میں نے بات سنبھال لی۔"

وہ اسے لتاڑتے ہوئے بولی۔

"تمہیں پتا ہے جب تم اسکے ساتھ ہوتی ہو تو آس پاس کا ہوش نہیں ہوتا تمہیں۔ وہ جہاں جاتا ہے تم اسکا تعاقب کرتی ہو۔ وہ لیٹ ہو جائے تو تمہیں اسی کی فکر لگی رہتی ہے۔ ہر وقت تمہارے دل اور دماغ دونوں میں وہی ہوتا ہے۔ اور تم کہتی ہو کہ میں پاگل ہو گئی ہوں۔"

اسکی بات پت ریجا کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ٹیبل کو زور سے پکڑ لیا۔ یہ سب وہ تھا جو وہ خود سے بھی چھپا رہی تھی۔ اسے شہروز پہلے دن سے ہی پسند تھا۔ اس کا لائف اسٹائل، اسکی پرسنیلٹی، اسکے بات کرنے کا طریقہ سب اسے پسند تھا۔ پسند کب محبت میں بدلی

وہ نہیں جان سکی مگراس نے یہ بات سب سے چھپا کر رکھی تھی خود اپنے آپ سے بھی۔ایک ڈر تھا جو اسے آگے بڑھنے سے، اقرار کرنے سے روکتا تھا۔

اگراس نے انکار کر دیا تو؟ اگر وہ اس سے محبت ہی نہ کرتا ہوا تو؟ ایسے بہت سے سوالات اسے ہر لمحے ڈراتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ اس نے کسی سے اسکا ذکر بھی نہیں کیا۔اپنی سب سے اچھی دوست سے بھی نہیں۔اور اب وہ اسے اسکے دل کا حال سنا رہی تھی۔اس نے سائرہ سے پہلی دفعہ کچھ چھپایا تھا۔مگر اب وہ اس سے جھوٹ نہیں بول سکی۔

ریجا: "کیا فرق پڑتا ہے اس سے؟"

اس نے نظریں چراتے ہوئے کہا تو اس نے اپنا سر پیٹ لیا۔

سائرہ: "بے وقوف پڑتا ہے فرق۔جب تک اسے بتاؤ گی نہیں تو اسے پتا کیسے چلے گا؟"

ریجا: "اگر اس نے انکار کر دیا تو؟"

اسے اپنی آواز کسی کھائی میں سے آتی سنائی دی۔

سائرہ: "نہیں کرے گا۔" اس نے بلا کے یقین سے کہا۔

"ویسے مجھ پر یقین نہیں ہے تو شہروز سے ہی پوچھ لو۔کیوں شہروز تم انکار کر دو گے؟"

یہ آخری الفاظ اس پر بجلی کی طرح گرے تھے۔اس نے چونک کر پیچھے کی طرف دیکھا۔وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا تھا۔اسے سائرہ پر شدید غصہ آیا تھا۔اسکی وجہ سے اسے شہروز کے سامنے شرمندہ ہونا پڑ رہا تھا۔غصے اور شرمندگی میں اسے سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔ وہ جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

شہروز:"بیٹھ جاو۔"وہ آگے بڑھ کر اس کے سامنے آگیا۔ریحا نے نظریں چرالیں۔اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے کرسی پر بٹھا دیا۔

"اگر برا نہ مانیں تو ہم اکیلے میں بات کر سکتے ہیں؟"

وہ اب سائرہ سے مخاطب تھا۔

سائرہ:"سیدھا کہو کہ یہاں سے دفعہ ہو جاو۔"

وہ برا مان گئی تھی سو جل کر بولی۔

شہروز:"ٹھیک ہے پھر یہاں سے دفعہ ہو جاو۔"

اسی کے الفاظ وہ دوہرا رہا تھا۔

New Era Magazine

سائرہ: "تم بہت احسان فراموش ہو ایک تو تمہارا اتنا بڑا کام کیا اوپر سے بجائے میرا نیاز مند ہونے کے مجھے جانے کو کہہ رہے ہو۔ بہت ہی برے ہو تم۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔ ریجا کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اسکی دلی کیفیت اسکے چہرے پر عیاں تھی۔

شہروز: "جب میں اس یونیورسٹی میں آیا تھا تو مجھے ایک لڑکی بہت پسند آئی۔ بہت خوبصورت، بہت انٹیلیجنٹ۔ لڑکیاں مجھ سے بہانوں بہانوں سے بات کرتیں تھیں مجھ تک اپروچ کرنا چاہتی تھیں مگر وہ۔۔ وہ بس دور دور سے دیکھتی تھی۔ میرا پیچھا بھی کیا کرتی تھی۔ میں اگر لیٹ ہو جاتا تو اسکے چہرے پر پریشانی ہوا کرتی تھی جو میرے آنے پر ختم ہو جاتی۔
پہلے مجھے لگا یہ میرا وہم ہے۔ لیکن جب یہ سلسلہ چلتا رہا تو وہم یقین میں بدل گیا۔ بس تمہارے منہ سے سننا چاہتا تھا سو آج وہ بھی خواہش پوری ہو گئی۔ لیکن یقین مانو اس خواہش کے پیچھے میں تمہاری دوست سے بہت ذلیل ہوا ہوں۔"
آخر میں وہ مسکراتے ہوئے بولا تو اس کے چہرے پر بھی ہنسی رینگ گئی۔
"تم میں وہ ہر کوالٹی ہے جو مجھے اپنے لائف پارٹنر میں چاہیئے"

So, will you marry me? "

اس نے ایک سرخ رنگ کا گلاب جیب سے نکال کر اسکے آگے بڑھا دیا۔

ریجا جو سر جھکائے سرخ چہرے کے ساتھ سب کچھ سن رہی تھی اچانک سے اس پر پوزل پر اسکی آنکھیں بھیگ گئیں۔نہ جانے کتنی راتیں جاگ کر اس نے اللہ سے اسے مانگا تھا۔ہر نماز، ہر دعا میں صرف وہ اسی کو مانگتی تھی۔آج اسکی دعائیں رنگ لے آئیں تھیں۔وہ بہت خوش تھی اور خوشی کے آنسو تھے جو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔کبھی کبھی خدا بہت قریب ہو کر سنتا ہے اور اسکی اس نے سن لی تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے اور قریب آ گئے تھے۔لوگ انہیں پرفیکٹ میچ کہا کرتے تھے۔ سمسٹر کے اختتام پر وہ اس وعدے پر بچھڑے کہ اب شہروز اسکے گھر رشتہ بھیجے گا مگر شاید قدرت ان دونوں کے لئے کچھ اور ہی لکھ رہی تھی۔

----------

شہروز کو گھر آئے چوتھا دن تھا وہ ماما سے جلد سے جلد ریجا کی بات کرنا چاہتا تھا مگر صحیح موقع کی تلاش میں تھا۔اس روز حذیفہ اور تحریم آپی نے اچانک سرپرائز دیا تھا۔وہ ان کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ماما کچن میں مصروف تھیں جب اسکی شادی کا ذکر چھڑا۔بابا کے جواب نے اسکو ہلا کر رکھ دیا۔

وہ اسکی بات پکی کر چکے تھے۔وہ ایسا کیسے کر سکتے تھے۔اس سے پوچھے بغیر وہ اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر سکتے تھے۔اسکا سر گھوم گیا۔

شہروز:"میں کسی کو پسند کرتا ہوں۔"

اسکی بات پر سب نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"سوری بابابٹ میں کیا کروں مجھے اس سے محبت ہے۔"

وہ بے چارگی سے بولا۔

فاروق:"کون ہے وہ؟"

بابا کے لہجے میں ایک دم سنجیدگی در آئی تھی۔وہاں بیٹھے سب نفوس خاموش تھے۔

شہروز:"میری فیلو ہے۔ایک دفع آپ اس سے مل لیں پھر جو فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہے۔"

وہ التجا کرتے ہوئے بولا۔

فاروق:"سوچ لو ہم ریجیکٹ بھی کر سکتے ہیں۔"

وہ اب بھی سنجیدہ لہجے میں بات کر رہے تھے۔

سمیرہ:"کیا کہہ رہے ہیں؟ہم اس بچی کو انگوٹھی پہنا چکے ہیں۔خاندان بھر میں سب کو پتا چل گیا ہے۔اس کے بارے میں بھی سوچا ہے آپ نے؟اس سب میں اسکا کیا قصور ہے؟"

وہ توشوہر کی بات پر طیش میں آگئی تھیں۔

فاروق: "منگنی ہی ہے ٹوٹ بھی گئی تو قیامت نہیں آجائے گی۔"

وہ بے رخی سے کہتے شہروز کی طرف متوجہ ہوئے جیسے اپنے سوال کا جواب مانگ رہے ہوں۔

سمیرہ سٹپٹا کر رہ گئیں۔

شہروز: "وہ اتنی اچھی ہے کہ اسکی نوبت ہی نہیں آئے گی۔"

وہ پورے یقین سے بولا تو فاروق مسکرا دیئے۔ سمیرہ نے اچھا خاصا احتجاج کیا مگر بے سود رہا۔ فاروق صاحب کو ریحا پسند آئی تھی۔ وہ شبیہ کو انکار کرنا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے ہی اسفند صاحب نے کال کر کے منگنی ختم کر دی۔

-----

وہ حاشر کے گھر سے ہاسٹل شفٹ ہو گئی تھی۔ یہاں آئے اسے ڈیڑھ ماہ ہو گیا تھا۔ نہ حاشر نے اسکی خبر لی تھی اور نہ ہی اسکے ماں باپ نے۔ اس ایک ماہ نے زندگی نے اسے اپنے بہت سے رنگ دکھائے تھے۔ اکیلے تنہا زندگی گزارنا کتنا مشکل تھا اسے اب پتا چلا تھا۔ شروع شروع میں تو وہ بس رو دیا کرتی تھی پھر اسے اکیلے رہنے کی عادت ہو گئی۔

آج بھی وہ عام روٹین کی طرح یونیورسٹی آئی تھی۔ تیسرے لیکچر میں اسکی طبیعت خراب ہو گئی۔ لیو لیکر وہ ہاسٹل آگئی۔ جب طبیعت نہ سنبھلی تو ایک کولیگ کے ساتھ ہاسپٹل چلی گئی۔

وہاں ملنے والی خبر پر اسے سمجھ ہی نہ آیا کہ وہ اس نئے آنے والے مہمان کے لئے روئے یا اپنے اوپر ہنسے۔

ہاسٹل پہنچ کر وہ بہت دنوں بہت دل کھول کر روئی تھی۔وہ جانتی تھی کہ اب آگے اسکا اپنا کوئی مستقبل نہیں ہے تو اس بچے کا کیا ہوگا۔وہ اس نعمت کی ناشکری نہیں کرنا چاہتی تھی مگر بہت سے وسوسے اسے بے چین کئے ہوئے تھے۔پھر اس نے سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا کہ جس نے اسے اس نعمت سے نوازا ہے وہی اسکی حفاظت کرے گا۔

------

وہ اپنا کچھ سامان لینے کے لئے بازار گئی تھی۔وہاں اسکا ٹکراو حزیفہ اور تحریم سے ہوا۔وہ انہیں اگنور کرکے آگے بڑھ جانا چاہتی تھی مگر تحریم کی پکار پر اسے رکنا پڑا۔

تحریم:"کیسی ہو؟"

شبیہ:"مجھے کیا ہونا ہے؟زندہ ہوں۔"

وہ اپنا ہی تمسخر اڑاتے ہوئے بولی۔

حزیفہ:"حاشر۔۔۔"

شبیہ: "اسکے علاوہ کوئی بات کرنی ہے تو کر سکتے ہیں۔"

وہ اسے ٹوکتے ہوئے بولی تو وہ خاموش ہو گیا۔

تحریم: "گھر چلو امی تم سے ملکر بہت خوش ہوں گی۔"

شبیہ: "ایک عرصہ ہوا جب لوگ مجھ سے ملکر خوش ہوا کرتے تھے۔اب تو صرف ہمدردی دکھانے کے لئے ملتے ہیں اور مجھے لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹنا پسند نہیں۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی تو تحریم نے اسکے ہاتھ تھام لئے۔

تحریم: "ہمارے ساتھ چلو۔اس حالت میں اکیلے کیسے رہو گی؟" خدانخواستہ کچھ اوپر نیچے ہو گیا تو"۔

وہ نرمی سے اسے سمجھانے لگی تو وہ ہنس دی۔

شبیہ: "تو کیا ہو گا؟ کسی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

حذیفہ: "بھائی سمجھ کر ہی ساتھ چلو۔"

شبیہ: "کتنی عجیب بات ہے نا دو بھائیوں کے ہوتے ہوئے بھی کسی اور کو بھائی سمجھوں؟"

وہ شکستہ لہجے میں کہتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

اگلے ہی دن حذیفہ افضل صاحب کے سامنے موجود تھا۔ وہ اس سے گرمجوشی سے ملے تھے۔

افضل: "اتنے دنوں بعد کیسے آنا ہوا؟"

حذیفہ: "مبارکباد دینے کے لئے آیا ہوں۔"

وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

افضل: "کیا مطلب؟"

حذیفہ: "دادا بننے والے ہیں آپ۔ اسی کی مبارکباد دینے آیا ہوں۔

ویسے کتنی عجیب بات ہے نا کہ ایک جسٹس جو دنیا کو انصاف دیتا پھرتا ہے اسکے گھر کی عزت اور اسکا وارث بے آبرو، بے سہارا دنیا کے رحم و کرم پر پڑے ہیں۔ نہ تو انکی کوئی فریاد سننے والا ہے اور نہ ہی دادرسی کرنیوالا۔ انکو انصاف کون دلوائے گا؟"

اسکی بات پر افضل جہاں خوش ہوئے تھے وہیں بے چین بھی ہو گئے تھے۔

--------

اگلے ہی دن وہ شبیہ کے سامنے موجود تھے۔ایک نظر ان پر ڈال کر دوسری شکایتی نظر اس نے ساتھ کھڑے حذیفہ پر ڈالی۔

افضل:" کیسی ہو؟"

شبیہ :"کیسا ہونا چاہیئے؟"

افضل:"کل پتا چلا کہ تم۔۔۔"

شبیہ :"کل پتا چلا اور آج آ گئے۔"

افضل:"بہت شرمندہ ہوں میں۔حاشر کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔"

شبیہ :"کیوں آئے ہیں یہاں؟"

افضل:"اپنی بہو کو اسکے گھر لے جانے آیا ہوں۔"

شبیہ :" تصحیح کریں۔آپ اپنی بہو کی خاطر نہیں اپنے خون کی خاطر یہاں ہیں۔بہو تو میں تب بھی تھی جب وہ گھر چھوڑ کر آئی تھی۔جب بھی بہو ہی تھی جب آپکا بیٹا مجھے بے یارو مددگار چھوڑ کر ملک سے ہی باہر چلا گیا تھا۔تب آپکو خیال کیوں نہیں آیا؟آج بھی آپکو اپنے خون کی کشش یہاں لے آئی ہے۔"

وہ بولی تو لہجے میں طنز نہیں تھا مگر الفاظ سامنے والے کو شرمندہ کرنے کے لئے کافی تھے۔

افضل:"میں شرمندہ ہوں بیٹا۔"

حذیفہ: "شبیہ انکل سچ میں شرمندہ ہیں۔ پلیز تم ان کے ساتھ گھر چلی جاو۔ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اپنا نہیں تو اپنے بے بی کا ہی سوچو۔"

حذیفہ کی بات سن کر وہ خاموش ہو گئی۔ اسکی بات ماننے کے علاوہ اسکے پاس چارہ ہی نہیں تھا۔ سو وہ افضل صاحب کے گھر آ گئی۔

سارہ کو اسکا وہاں آنا بہت کھلا تھا۔ وہ ریجا کو اس گھر میں لانا چاہتی تھیں مگر اس واقع کے بعد اسکی شادی ہو گئی تھی۔ بہن انکی ان سے سخت ناراض تھیں۔ سارہ وقتاً فوقتاً اس پر ٹونٹ کر دیا کرتی تھیں جسے وہ خاموشی سے سہہ جاتی تھی۔ افضل صاحب اسکے معاملے میں بہت شفیق ثابت ہوئے تھے۔ سارا کو انہوں نے کھلے الفاظ میں اپنی حد میں رہنے کا کہا تھا۔ وہ پہلی دفعہ اتنے غصے مین تھے جس کی وجہ سے انہوں نے اسے نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ شبیہ نے تو خدا کا شکر ادا کیا تھا۔

-------

وقت کا کام ہے گزرنا سو وہ گزر رہا تھا۔ شبیہ کو افضل صاحب گھر لے آئے تھے اسکا ذکر انہوں نے حاشر سے نہیں کیا تھا۔ اسے گئے ایک سال ہو گیا تھا۔ سمر ویکیشنز پر وہ آنا نہیں چاہتا تھا مگر باپ کے اسرار اور ایموشنل بلیک میلنگ پر اسے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اسے منڈے کو واپس آنا تھا گھر میں صرف افضل صاحب ہی جانتے تھے کہ وہ آ رہا ہے۔

New Era Magazine

اس نے بابا کو اسے لینے آنے سے منع کر دیا تھا۔ڈرائیور کے ساتھ وہ اپنے فلیٹ پر گیا تھا۔ہر چیز ویسی ہی تھی جیسے وہ چھوڑ کر گیا تھا۔وہ سیڑھیاں چڑھتا شبیہ کے کمرے میں آگیا۔بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے آنکھیں موند لیں۔

حاشر: "کہاں ڈھونڈوں تمہیں؟ کتنا ڈھونڈوایا ہے یار۔لوٹ آو کہ میں اب تھک گیا ہوں۔"

نم آواز میں وہ بڑبڑا رہا تھا۔کافی دیر وہاں رک کر وہ گھر چلا گیا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اسکی نظر بابا پر پڑی جو ایک گول مٹول بچی کو گود میں لئے کرسی پر بیٹھے تھے۔وہ انکی طرف بڑھا تو اسے دیکھ کر وہ کھڑے ہو گئے۔باپ سے ملکر اس نے اس ننھے وجود کو دیکھا جو انکی گردن میں منہ دیئے ہوئے تھا۔

حاشر: "یہ کون ہے ڈیڈ؟"

افضل: "ہمارا خون ہے۔"

حاشر: "مطلب؟" وہ نا سمجھی سے بولا۔

افضل: "اندر تو آو یار۔یہیں کھڑے کھڑے سب باتیں کرو گے کیا؟"

وہ دونوں اندر آئے تو حاشر سامنے کچن سے نکلتی خانساماں کی گود میں موجود اسی بچی کے ہم عمر بچے کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔دونوں کی شکلیں بالکل ایک جیسی تھیں بس افضل صاحب کی گود میں جو تھی اس نے فراک پہن رکھا تھا۔

New Era Magazine

حاشر: "بابا یہ؟"
وہ حیرانگی سے بولا تبھی خانساماں کے پیچھے کچن سے نکلتی شبیہ کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا۔ اسکے ہاتھ میں دو فیڈر تھے۔ زردئی رنگ کے سوٹ میں اسکا اپنا رنگ بھی زردئی ہی لگ رہا تھا۔ وہ حیرت سے بت بنے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ جب اسکی نظر حاشر پر پڑی تو ایک لمحے میں اسکے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

شبیہ: "آپ اسے روم میں چھوڑ دیں۔"
خانساماں کو کہہ کر وہ افضل صاحب کی طرف پلٹی۔ انکی گود سے اپنی بیٹی کو لیکر وہ بھی اوپر کی طرف چل دی۔ حاشر ابھی تک کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

افضل: "بیوی ہی ہے تمہاری۔ اور یہ دونوں تمہارے بچے۔" اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے اسے سوچوں کے تسلسل سے باہر نکالا تھا۔
حاشر: "بابا۔"
افضل: "برخودار تمہیں وہ مثال یاد ہے بغل میں بچہ اور شہر میں ڈھنڈھورا۔" وہ مسکرا کر بولے۔
"تم اسے ہر جگہ دھونڈواتے رہے۔ بنا بتائے پاکستان آکر اسے ڈھونڈتے رہے مگر اپنے گھر میں دیکھنا بھول گئے۔"

حاشر: "پہلے کیوں نہیں بتایا؟" وہ نم آنکھوں سے بولا۔

افضل: "اپنے بیٹے کی محبت کی حد دیکھنا چاہتا تھا۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"جاو اور جا کر مناو اپنی بیوی کو بہت ناراض ہے تم سے۔اسی لئے تمہارے روم میں بھی نہیں رہتی۔" وہ مسکرا کر بولے۔

وہ تیزی سے اوپر کی طرف گیا۔وہ دشمن جاں سامنے ہی بیٹھی بچوں کو فیڈر پلا رہی تھی۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس تک پہنچا۔

حاشر: "کیسی ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔

"ناراض ہو؟"

جواب ندارد۔

"بہت برا ہوں نا میں؟اتنا برا کہ تم سے محبت کرتا رہا مگر بتا نہیں پایا۔تمہیں میری قسمت میں لکھ دیا گیا پھر بھی تمہیں اپنا نہیں بنا پایا۔تمہیں خوشیاں دینے کا تمنائی تھا مگر تمہیں دکھ اور غم دیتا چلا گیا۔تم سے معافی مانگنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے تم چلی گئیں۔

میرا یقین کرو یار ایک لمحہ بھی سکون سے نہیں گزارا ہے میں نے۔ایسا لگتا تھا کہ تم ہر جگہ موجود ہو مگر میری رسائی میں نہیں ہو۔بہت تڑپا ہوں تمہارے لئے۔بہت برا ہوں میں کہ

تمہاری قدر نہیں کر سکا۔بہت بدنصیب ہوں کہ اپنی اولاد کو اپنا پیار نہیں دے سکا۔مگر پلیز تم مجھے ایک چانس دے دو میں تمہارے سارے شکوے دور کر دوں گا۔"

اسکے سامنے پنجوں کے بل زمین پر بیٹھے وہ بول رہا تھا۔آنسو آنکھوں کی باڑ توڑ کر بار نکلنے کو بے تاب تھے۔

"آئی ایم سوری۔آئی ایم ایکسٹریملی سوری۔"

شبیہ:"سوری فار واٹ؟"اسکا لہجہ انتہائی سرد تھا۔

"مجھے جب تمہاری ضرورت تھی تم یہاں نہیں تھے۔اب تم یہاں ہو تو مجھے تمہاری ضرورت نہیں رہی۔"

حاشر:"پلیز شبیہ۔۔۔"

شبیہ:"جانتے ہو تمہاری مدر کہتی ہیں کہ تمہارے فادر کے بہت احسان ہیں مجھ پر۔"وہ تلخی سے مسکرائی۔

"میرے لئے انہوں نے کچھ نہیں کیا۔جو کیا اپنے خون کے لئے،اپنی اولاد کی اولاد کے لئے کیا۔

میں نہ تو کسی کی محبت کے قابل ہوں نہ ہی اعتبار کے اسی لئے مجھے نہ تو کسی سے شکوہ ہے نہ ہی کوئی شکایت۔"

ٹوٹے لہجے میں کہتی وہ اٹھ کر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔نہ جانے کتنی دیر وہ ویسے ہی وہاں بیٹھا رہا۔اپنے بیٹے کی آواز پر وہ کسی ٹرانس سے باہر آیا۔

------

وہ دونوں باپ بیٹا ڈنر کر رہے تھے۔حاشر کھا کم اور کھانے کو گھور زیادہ رہا تھا۔شبیہ بچوں کے ساتھ اپنے کمرے میں تھی۔

افضل:"بیوی مانی نہیں تمہاری؟"

وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولے جو منہ لٹکائے بیٹھا تھا۔

حاشر:"بہت خفا ہے مجھ سے۔"

وہ بے بسی سے بولا۔

افضل:"اسے کوئی مان دیا ہوتا تو وہ تمہاری بات سنتی یا سمجھتی نا۔"وہ نہ چاہتے ہوئے بھی طنز کر گئے۔

حاشر:"کیا کروں میں؟"

افضل: "مناو اسے۔اسے اعتبار دو۔ محبت دو۔ عزت دو اسے۔اپنی موجودگی کا یقین دلاو۔ تمہارے پیچھے سے نہ جانے لوگوں کی کیا کیا باتیں سنی ہیں اس نے۔ کسی نے اسے کیریکٹر لیس کہا، کسی نے گھر سے بھاگی ہوئی آوارہ لڑکی۔اس نے تمہارے بغیر سب کچھ اکیلے سہا ہے۔ پھر بچوں کی خاطر بھی اس نے نہ جانے کیا کچھ سنا ہے۔ ہم کسی اور کو کیا کہیں تمہاری ماں اور اسکے بھائی نے ہی اسے الفاظ کے تیروں سے زخمی کر دیا۔

میری محبت اسے ہمدردی لگتی ہے۔اسے لگتا ہے کہ یہ سب میں بچوں کی خاطر کر رہا ہوں۔ در حقیقت اسے کسی پر اب اعتبار نہیں رہا ہے۔ مجھے بہت بعد میں اس سب کا علم ہوا ورنہ میں تمہیں پہلے ہی بلا لیتا۔

اسے اب تمہاری ضرورت ہے حاشر۔اب فیصلہ تمہیں کرنا ہے کہ تمہیں بیوی چاہیئے یا پھر اپنے خواب۔" اسکے کندھے کو تھپتھپاتے وہ اٹھ کر چلے گئے۔

--------

وہ اسکے کمرے میں آیا تو وہ بچوں کو سلا رہی تھی۔ ریحاب اسکی گود سے اترنے کا نام نہیں لے رہی تھی جبکہ وہاب اسکی گود میں جانے کے لئے رو رہا تھا۔ وہ دونوں کو بمشکل گود میں لٹائے سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے بیڈ پر اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

حاشر: "اسے مجھے دے دو۔"

ریحاب کی طرف اشارہ کرکے وہ نہ صرف بولا بلکہ خود ہی اسے اسکی گود سے اٹھالیا۔وہ بس خاموش رہی۔پہلے توریحاب نے خاصا احتجاج کیا مگر شاید باپ کا لمس تھا یا خون کی کشش وہ اسکی گود میں خاموش ہوگئی۔ تھوڑی دیر میں جب وہ دونوں بچے سوگئے تو اس نے انہیں بیڈ پر لٹایا اور واشروم چلی گئی۔عشاء پڑھ کر جب وہ بیڈ تک آئی تب تک حاشر بھی انکے ساتھ لیٹا سو چکا تھا۔اس نے خاموشی سے وہاب کے دائیں طرف خالی جگہ پر تکیہ لگایا اور خود صوفے پر لیٹ گئی۔

ماضی کی تلخیوں کو یاد کرتے ایک بار پھر آنکھیں بھر گئیں۔

-------

حاشر کے جانے کے بعد وہ اسکے گھر تو آگئی تھی مگر جاب نہیں چھوڑی تھی۔ایک ہفتے بعد ہی اسے پرنسپل کی طرف سے کال آئی تھی جو اسے آفس میں بلا رہے تھے۔

شبیہ:"یس سر آپ نے بلایا۔"

پرنسپل:"مس شبیہ آپ میریڈ ہیں؟"

سوال خلاف توقع تھا سو اسکا حیران ہونا بنتا تھا۔

شبیہ:"جی سر۔"وہ جھجھکتے ہوئے بولی۔

پرنسپل: "ارینج میرج تھی؟"

شبیہ: "یہ میرا پرسنل میٹر ہے سر۔"

پرنسپل: "آپکے پرسنل میٹر کچھ زیادہ ہی پرسنل ہیں۔"
وہ طنز کرتے ہوئے بولے۔

شبیہ: "کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"
وہ غصے کو صبط کرتے ہوئے بولی۔

پرنسپل: "آپکی شادی کن وجوہات کی بنا پر ہوئی یہ سب معلوم ہے مجھے۔نہ صرف مجھے بلکہ تقریباپورے سٹاف کو بھی۔ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کے شوہر اب آپکے ساتھ نہیں ہیں۔ اگر یہ بات لیک ہوئی تو آپ جانتی ہیں کہ ڈیپارٹمنٹ کی ریپوٹیشن کا کیا ہوگا؟ یا بچوں پر اسکا کیا اثر ہوگا۔" انکی بات پر وہ سر جھکا گئی۔

New Era Magazine

"آئی ایم سوری بٹ آپ پلیز خود ہی ریزائن کر دیں۔میں خود آپکو نکالوں گا تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

بنا کچھ کہے وہ آفس سے باہر آگئی۔پرنسپل کی ہدایت کے مطابق اس نے ریزائن بھی دے دیا تھا۔

وہ گھر میں رہنے لگی تھی۔تمام تر توجہ اس نے اپنے سے جڑے وجود کی طرف کر دی تھی۔ایسے ہی ایک دن جب معمول کا چیک اپ کرواکے وہ ہاسپٹل سے ملازمہ کے ساتھ نکلی تو سامنے بھائی اور شیزا کو دیکھ کر وہیں ٹھہر گئی۔وہ انکے سامنے آکر رک گئی۔وہ آنسوؤں سے بھیگی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

ظفر:"شیزا چلو۔"

وہ غصے سے پھنکارا۔

شبیہ:"بھائی پلیز۔۔۔"

ظفر:"بکواس بند کرو اپنی۔تم جیسی بے حیا اور آوارہ لڑکی کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اپنے یہ ٹسوے کسی اور کے سامنے بہانا۔"

اس پر چیختا وہ شیزا کو وہاں سے لے گیا۔توہین کا احساس تھا یا شرمندگی کا جس نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔اسکے بعد اس طرح کے کئی واقعے ہوئے جو یاد کرتے کرتے وہ سو گئی۔

حاشر کی آنکھ کھلی تو اسے بیڈ پر نہ پا کر وہ اٹھ بیٹھا۔وہ سامنے صوفے پر سو رہی تھی۔وہ اٹھ کر اسکے پاس آیا۔نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں وہ اسکا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔چہرے پر آنسوؤں کے نشانات تھے۔اسے اس پر بے پناہ پیار آیا تھا۔نرمی سے اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹایا پھر کافی دیر اسکا چہرہ دیکھتا رہا۔اٹھنے سے پہلے اس نے جھک کر اسکے ماتھے کو چوما اور واپس اپنی جگہ پر آکر لیٹ گیا۔نہ جانے آج کتنے دنوں بعد اسے سکون کی نیند آئی تھی۔

------

صبح وہ اٹھا تو کمرے میں کوئی نہیں تھا۔وہ باہر نکلا تو سامنے ہی وہ بچوں کو لئے بیٹھی تھی۔ریحاب اور وہاب حسب معمول اسکی گود میں چڑھنے کی ضد کر رہے تھے۔وہ انہیں سنبھالنے میں ہلکان ہو رہی تھی۔وہ خاموشی سے چل کر اسکے پاس بیٹھا اور ریحاب کو اٹھا لیا۔

حاشر: "میرا بچہ۔" اسے چوم کر وہ بولا اور اسے گود میں لئے فیڈر اٹھا لیا۔

"کیسی ہو؟"

شبیہ: "بے بی۔" اس نے وہاب کو ڈپٹا جو فیڈر سے دودھ منہ میں لیتا اور فیڈر منہ سے نکال کر دودھ باہر نکال رہا تھا۔

اسکی آواز پر وہ رو دیا۔اس نے اسے اپنے سینے سے لگایا اور کھڑی ہو گئی۔

New Era Magazine

حاشر: "میرا غصہ اس پر تو مت نکالو۔" وہ بے بسی سے بولا تو اس نے وہاب کو بھی اسے ہی تھما دیا۔ حاشر بس اسے جاتا دیکھ کر رہ گیا۔

ناشتہ اس نے بنا کر ڈائننگ ٹیبل پر لگا دیا تھا۔ افضل صاحب وہاں آئے تو وہ ناشتہ لگا کر جا ہی رہی تھی۔ انہوں نے اسے بیٹھنے کا کہا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ انہوں نے ملازمہ کو حاشر کو بلانے کا کہا۔

افضل: "کھانا شروع کرو بیٹا۔"
وہ رسانیت سے بولے تو اس نے ایک توس اٹھا لیا۔ اتنے میں حاشر وہاں آ گیا۔ سلام کر کے وہ بیٹھ گیا۔ نظر اس پر پڑی جو اسے نظر انداز کئے چائے پی رہی تھی۔
"آگے کا کیا سوچا ہے تم نے؟"

حاشر: "سوچنا کیا ہے بابا میرے بیوی بچوں کو میری ضرورت ہے۔ میں یہیں سے گریجویشن کر لوں گا۔ کل پرسوں سے آفس بھی جوائن کرنا ہے مجھے۔"
اسکی بات پر ایک تلخ مسکراہٹ شبیہ کے چہرے پر ابھری تھی جسے وہ کمال مہارت سے چھپا گئی
۔

------

وہ کمرے میں آیا تو شبیہ بچوں کو چینج کروا رہی تھی۔

حاشر: "ہر وقت بچوں میں لگی رہتی ہو کبھی بچوں کے باپ کو بھی ٹائم دے دیا کرو۔"

ایک دم اسکا ہاتھ رکا تھا دوسرے لمحے وہ سر جھٹک کر کام میں لگ گئی۔

"ادھر دیکھو۔"

اسکا رخ اپنی طرف موڑ کر وہ بولا تو اس نے نظریں پھیر لیں۔ حاشر نے اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"جانتا ہوں کہ بہت ناراض ہو۔ سوری جیسا لفظ بہت چھوٹا ہے اس اذیت کے لئے جو تم نے سہی ہے۔ تمہیں اس حال میں چھوڑ کر مجھے نہیں جانا چاہیئے تھا جبکہ مجھے پتا تھا کہ اس وقت تمہارے پاس میرے علاوہ کوئی رشتہ نہیں تھا۔" وہ خالی نظروں سے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔

"اپنے بچوں کی خاطر بھی معاف نہیں کر سکتیں مجھے؟" اسکی بات پر اس نے تڑپ کر آنکھیں اٹھائی تھیں۔

"میں نہیں چاہتا میری طرح میرے بچے بھی ماں باپ کی محبت کو ترسیں۔ میری ذات میں کمیاں اسی وجہ سے ہیں کہ مجھے ماں باپ کی توجہ انکی محبت انکا اعتماد نہیں ملا۔ مجھے دادو نے پالا مگر ماں باپ کی کمی تو کوئی پوری نہیں کر سکتا نا۔ پلیز میری غلطیوں کی سزا میرے بچوں کو نہ دو۔"

وہ اسکے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھا تھا۔ شبیہ کا ضبط جواب دے گیا۔ اسکے کندھے سے سر ٹکائے وہ رودی۔ وہ تھک گئی تھی اکیلے سب سہتے سہتے۔ اسے بھی کسی سہارے کی تلاش تھی۔ کسی اپنے کی جو اسکے ٹوٹے بکھرے وجود کو سنبھالتا۔ حاشر نے اسکے گرد بازووں کا حصار باندھ دیا۔ وہ اب اپنی محبت کو مزید دکھ نہیں دے سکتا تھا۔ وہ خود بھی اب ایک سکون کی زندگی خوشگوار زندگی چاہتا تھا۔ اللہ نے اسے آزمائش دی تھی جس میں جہاں گھر باپ کا مان واپس لیا تھا تو اسے شبیہ اور بچوں سے نوازا تھا۔ اسی طرح شبیہ سے جہاں ماں، باپ، بھائی اور دوست لی تھی وہیں اسے بھی افضل صاحب کی شفقت اور بچوں سے نوازا تھا۔ دونوں کی آزمائش ابھی ختم نہیں ہوئی تھی مگر اس میں بھی اللہ نے ان سے کچھ لے کر انہیں کچھ دیا بھی تھا۔

یہ جو زندگی کی کتاب ہے
یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے
کہیں اک حسین خواب ہے
کہیں جان لیوا عذاب ہے
کبھی کھو لیا کبھی پالیا
کبھی رو لیا کبھی گا لیا

-----

صبح ناشتے کی ٹیبل پر ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر افضل صاحب بہت خوش ہوئے تھے۔ ناشتہ خوشگوار ماحول میں کیا گیا تھا۔ وہ ملازمہ کو چائے سٹڈی میں دے جانے کا کہہ کر اٹھ گئے۔ وہ کوئی کتاب پڑھنے میں ہی مشغول تھے جب شبیہ دروازہ ناک کر کے اندر آئی۔ اسے دیکھ کر وہ مسکرا دیئے۔

شبیہ: "تھینکس بابا۔" وہ سر جھکائے بولی تو انہوں نے پیار سے اسکے سر پر ہاتھ پھیر دیا۔

افضل: "تم نے میری بات سمجھی اسے مانا اور انا کے ہاتھوں زندگی برباد کرنے کے بجائے سمجھداری سے فیصلہ کیا میرے لئے یہی خوشی کا باعث ہے۔ خدا تم دونوں کو خوش رکھے۔" وہ مسکرا کر بولے تو وہ بھی مسکراتی ہوئی لوٹ گئی۔

کل دوپہر حاشر کے گھر سے جانے کے بعد ہی انہوں نے اسے اپنے روم میں بلوایا تھا۔ انہوں نے اسے حاشر کے پاکستان آنے کے ٹکٹس دکھائے تھے جن کے مطابق وہ چار مرتبہ پاکستان آیا تھا مگر وہ گھر نہیں آیا تھا۔ اس نے الجھ کر انہیں دیکھا۔

انہوں نے فون ریکارڈنگ آن کی جس میں کوئی شخص انہیں بتا رہا تھا کہ حاشر نے اسے شبیہ کو ڈھونڈنے کے لئے ہائیر کیا تھا۔وہ کوئی ڈیٹیکٹو تھا۔اس نے بتایا تھا کہ وہ اسے لے کر کتنا پریشان تھا۔اس نے افضل صاحب کو دیکھا تو وہ مسکرا دیئے۔

افضل:"میرا گدھا بیٹا تم سے بہت محبت کرتا ہے۔پاکستان آتا رہا مگر ہم سے ملنے نہیں آیا۔ تمہیں ڈھونڈواتا رہا مگر مجھ سے بات نہیں کی۔مجھے تو اسکے دوست کی کال آئی تو پتا چلا کہ وہ وہاں دیوانا بنا پھر رہا ہے۔اسی لئے اس وکیشنز پر میں نے اسے بلا لیا۔
سب کچھ تمہارے سامنے ہے بیٹا اب یہ تم پر ڈیپنڈ کرتا ہے کہ تم اسے اسکی غلطی کے لئے معاف کرتی ہو یا اپنی انا کی خاطر اپنا اور اپنے بچوں کا نقصان کرتی ہو۔"

---------

وہ چائے دیکر باہر آئی تو حاشر تیار ہو کر آچکا تھا۔بچوں کو پیار کرتا وہ اسکے پاس آیا۔

حاشر:""آفس جا رہا ہوں۔شام کو جلدی آجاوں گا۔اپنا اور میرے بچوں کا خیال رکھنا اور مجھے یاد کرتی رہنا۔"
اسکے چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے کرتا وہ کہہ رہا تھا جو اسکے لمس سے سرخ پڑتی جا رہی تھی۔
اس نے جھک کر اسکے ماتھے کو چوم لیا۔

اندر آتی سارا نے یہ منظر دیکھا تو جل کر رہ گئیں۔وہ اپنی فرینڈز کے ساتھ آوٹ آف کنٹری گئی ہوئی تھیں۔وہ حاشر کی آمد سے بے خبر تھیں اور اب اسے ایسے شبیہ کے ساتھ خوش دیکھ کر وہ اچھی خاصی تپ گئی تھیں۔حاشر انکو ایک نظر دیکھ کر انکے پاس سے گزر گیا۔

سارہ:"اوہ ہو۔بہت خوش ہو۔"

وہ طنزیہ لہجے میں بولیں تو وہ خاموشی سے مڑ کر بچوں کے پاس آئی اور انہیں گود میں اٹھالیا۔

سارا:"یہ خوشی محض کچھ ہی دنوں کی ہے۔"

وہ بڑبڑا کر رہ گئیں۔

--------

وقت کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان سب ٹھیک ہوتا جا رہا تھا۔حاشر بہت کیر نگ اور لو نگ ہزبینڈ ثابت ہوا تھا۔بچوں کے ساتھ تو وہ بچہ بن جاتا تھا۔کبھی کبھی تو شبیہ کو اسکی حرکتیں زچ کر دیتی تھیں۔ابھی بھی وہ بچوں کے لئے سیریلیک لے کر آئی ہی تھی کہ سامنے حاشر کو کھڑے دیکھ کر حیران رہ گئی۔پھر ایک دم غصے میں آ گئی۔

شبیہ:"حاااشررررر۔۔۔"

اسکے ایک دم چلانے پر وہ بوکھلا گیا۔ہاتھ میں پکڑا باول گرتے گرتے بچا۔

"یہ۔یہ کیا کر رہے ہیں۔"وہ خفگی سے بولی۔

حاشر: "کچھ بھی تو نہیں۔ وہ معصوم بنا۔"

شبیہ: "کچھ نہیں کر رہے تو یہ کیا ہے؟"

اس نے خالی باول اسکے سامنے کر کے پوچھا۔

حاشر: "بھوک لگ رہی تھی۔" وہ منہ پر مزید معصومیت طاری کیے بولا۔

شبیہ: "تو کھانا کھائیں نا۔"

حاشر: "یہ بھی تو کھانا ہی تھا۔"

شبیہ: "بچوں کا تھا یہ۔"

وہ دبی آواز میں چیخی تو وہ خاموش رہا۔ پھر وہ ایک گہرا سانس لیکر بولی۔

"کیا ہو گیا ہے آپکو سیریلیک بھی کوئی کھاتا ہے کیا؟"

شبیہ: "میں کھاتا ہوں نا۔ اتنے مزے کو ہوتا ہے۔ کھا کر دیکھو کبھی تمہیں اچھا لگے گا۔" وہ پھر معصوم سا منہ بنا کر بولا۔

New Era Magazine

شبیہ: ''فضول باتیں نہ کریں۔ فریش ہو کر آئیں میں کھانا لگاتی ہوں۔'' وہ اسکے ہاتھ سے باول لیتی خفگی سے بولی۔

حاشر: ''رہنے دو ابھی تو یہ کھالیا ہے۔ تم بچوں کو کھلا دو پھر ڈنر پر چلتے ہیں۔'' وہ اسکا موڈ صحیح کرنے کے لئے اسکا ہاتھ تھامے پیار سے بولا۔
وہ اثبات میں سر ہلا کر باہر کی طرف چل دی کہ یہ اسکا روز کا کام تھا۔ باز اس نے پھر بھی نہیں آنا تھا۔

''اچھا سنو۔''

وہ مڑی تو وہ معصوم سا منہ بنا کر بولا۔

''اب تھوڑا زیادہ سیریلیک بنالینا۔ اتنے سے میرا کچھ نہیں بنا۔'' اسکی بات پر اسے گھورتی وہ باہر نکل گئی۔

حذیفہ سنڈے کو حاشر سے ملنے آیا تو وہ اپنے بچوں کے ساتھ بچہ بنا کھیل رہا تھا۔ اسے ایسے دیکھ کر وہ ہنس دیا۔ ادھر آتی شبیہ نے اسے سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دیکر ہنس کر بولا۔

حذیفہ: "یہ تو بچہ بن گیا ہے۔" وہ مسکرا کر رہ گئی۔

"یہ دراصل اپنا بچپن اب انجوائے کر رہا ہے۔اس نے بہت برا وقت دیکھا ہے۔اپنا بچپن اس نے ماں باپ کی محبت اور توجہ کے بغیر گزارا ہے۔اب اسے خوش دیکھ کر مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے۔مجھے خوشی ہے کہ تم نے اسے معاف کر دیا۔خدا تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔" اسکی بات پر وہ آمین کہتے مسکرا دی۔

-------

حاشر سٹڈی میں بیٹھا تھا جب سارا وہاں آئی۔وہ بہت کم اس سے بات کیا کرتی تھیں۔اب انہیں وہاں دیکھ کر وہ چونکا تھا۔

سارا: "بہت خوش نظر آرہے ہو آجکل۔"

وہ جواب دیئے بنا دوبارہ سے کام میں مصروف ہو گیا۔

"تمہارے لئے ایک سرپرائز ہے میرے پاس۔کل شام پانچ بجے پزا ہٹ میں آ جانا۔"

وہ چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ سجائے اس سے کہہ رہی تھیں۔اس نے چونک کر انہیں دیکھا پھر سنجیدگی سے بولا۔

New Era Magazine

حاشر: "آپکو کیوں لگتا ہے کہ میں آپکی بات مانوں گا۔"

سارا: "میری نہ سہی اپنے بچوں کی خاطر آجانا۔"

وہ ہنس کر کہتی وہاں سے چلی گئیں۔ وہ سوچ کر رہ گیا کہ اسکے بچوں کا اس سے کیا تعلق۔ پھر سر جھٹک کر کام میں مصروف ہو گیا۔

رات کو کام سے فارغ ہو کر وہ روم میں آیا تو وہ نماز پڑھ کر چکی تھی۔ حاشر مسکرا کر اسکے پاس آیا اور اسکا ہاتھ تھام کر اسے لیکر ٹیرس پر آگیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ان کے اندر تک سکون اتار رہی تھی۔ وہ اوپر آسمان کو دیکھ رہی تھی جبکہ حاشر اسے۔

شبیہ: "حاشر ہم اپنے گھر کب جائینگے؟"

وہ کچھ جھجھکتے ہوئے بولی۔ حاشر اسکے چہرے کو دیکھتا رہا پھر جب وہ کچھ نہ بولی تو اس نے اسکا چہرہ اپنے طرف کر کے پوچھا۔

حاشر: "کوئی مسئلہ ہے یہاں؟"

اسکی بات پر وہ اسکے کندھے پر سر رکھ کر رو دی۔ حاشر تو اس افتاد پر ہی پریشان ہو گیا۔

------

اگلے دن وہ آفس گیا تو سارا نے دن میں میسج کر کے اسے آنے کی یاد دہانی کروائی۔شام آفس سے فارغ ہو کر وہ مقررہ جگہ پر پہنچ گیا۔وہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر وہ کیا چاہتی ہیں مگر سامنے کے منظر نے اسے چونکا دیا تھا۔

سامنے شبیہ کے ساتھ کوئی آدمی کھڑا تھا۔شبیہ کی حاشر کی طرف پیٹھ تھی۔وہ اسکا ہاتھ کہنی کے پاس سے تھامتے اسے نہ جانے کیا کہہ رہا تھا۔اس نے ایک دفعہ بھی اسکا ہاتھ نہیں جھٹکا تھا۔وہ تیزی سے اسطرف گیا شبیہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

شبیہ:"حاشر۔۔۔"

حاشر:"گھر چلو۔"

وہ سپاٹ لہجے میں بولا پھر خود ہی اسکا ہاتھ پکڑ کر گاڑی میں لے آیا جبکہ وہ شخص اسے دیکھتا رہ گیا۔

شبیہ:"میری بات سنیں حاشر۔"

وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی مگر وہ خاموش رہا۔اسکی خاموشی شبیہ کو خوف میں مبتلا کر رہی تھی۔وہ پھر منمنائی۔

"حاشر وہ میرا۔۔۔"

حاشر: "کیا ہم گھر جا کر بات کر سکتے ہیں؟"
وہ ایک دم چیخا تھا۔ شبیہ کو تو اپنی جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ شاید تاریخ دوہرائی جا رہی تھی۔ جیسے اسکے ماں باپ نے اس پر بھروسہ کیے بنا اسے چھوڑ دیا اب حاشر بھی چھوڑنے والا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں بہت سے وسوسے آ رہے تھے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔

حاشر: "شبیہ۔"
وہ اسے اپنے اوپر گرتا دیکھ کر ایک دم چلایا تھا۔ گاڑی سامنے سے آتی تیز رفتار وین سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ اسے اس طرح دیکھ کر اسکے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ حاشر تیزی سے اسے ہاسپٹل لے آیا تھا۔
سٹریس اور بلڈ پریشر بہت زیادہ لو ہو جانے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اسکی آنکھ کھلی تو کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ دو آنسو اسکی آنکھ سے نکل کر تکیے میں جزب ہو گئے۔ تبھی واشروم کا دروازہ کھلا اور وہ برآمد ہوا۔ اسے جاگتا دیکھ کر وہ تیزی سے اسکے پاس آیا۔

حاشر: "شبیہ کیسی ہو اب؟"

اپنی پریشانی میں حاشر کی آواز میں اسے اپنے لئے پریشانی محسوس ہی نہ ہو سکی اسی لئے تڑپ کر بولی۔

شبیہ:"حاشر مجھے غلط مت سمجھیں پلیز۔وہ میرا بھائی تھا۔میرا سگا بھائی۔مجھے آپکی مما نے بتایا تھا کہ وہ وہاں ہیں اور مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔آئی سوئر۔بے شک آپ ان سے پوچھ لیں۔ پلیز۔۔۔"وہ روتے روتے بول رہی تھی۔حاشر نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

حاشر:"ششششش۔بس رو مت۔میں جانتا ہوں کہ وہ ظفر تھا تمہارا بھائی۔"
وہ اسکی کمر تھپتھپاتے ہوئے بولا۔

حاشر:"تو پھر آپ۔۔۔"
وہ اسکی۔بات سمجھ گیا تھا سو مسکرا کر بولا۔

حاشر:"یار وہ تم سے بد تمیزی کر رہا تھا تو مجھے غصہ آگیا۔اسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا تو تم پر غصہ اتار دیا۔آئی ایم سوری۔"
وہ شبیہ کے ہاتھ تھام کر بولا۔

New Era Magazine

شبیہ: "آپ مجھے چھوڑیں گے تو نہیں نا؟"

وہ پلکوں پر آنسو ٹکائے بولی تو حاشر کو سیدھی اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی۔

حاشر: "بالکل بھی نہیں۔"

وہ اسکے آنسو صاف کر کے بولا۔ دل میں وہ بہت کچھ سوچ چکا تھا۔ اسے سارا سے دو ٹوک بات کرنی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ شبیہ کو انکی وجہ سے مزید کوئی تکلیف ملے۔ اسی لئے گھر پہنچ کر شبیہ کو روم میں چھوڑ کر وہ سیدھا سارا کے روم میں گیا تھا۔ وہ تو انتظار میں تھیں کہ کب وہ شبیہ کو کسی اور کے ساتھ دیکھے اور ری ایکٹ کرے۔ وہ حاشر کو روم میں دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

حاشر: "آپ اپنی گھٹیا حرکتوں سے بعض کیوں نہیں آجاتی ہیں؟ وہ چلایا تھا۔" سارا کو اسکی سرخ آنکھوں سے وحشت ہو رہی تھی۔ انکی سمجھ میں نہیں ارہا تھا کہ ہو کیا رہا ہے۔

سارہ "" کک کیا مطلب؟"

حاشر: "میں نے ساری عمر آپکی ہر غلط بات، ہر غلط حرکت برداشت کی ہے۔ اب میں ایسا کچھ برداشت نہیں کروں گا۔ میری بیوی اور بچوں سے جتنا ہو سکے اتنا دور رہیں۔"

وہ انہیں وارن کر کے نکلنے ہی والا تھا کہ دروازے پر افضل صاحب نے اسے روک لیا۔ وہ سب سن چکے تھے سوا سے انہیں بتانا پڑا۔

کمرے میں ایک تھپڑ کی آواز گونجی تھی جو انہوں نے سارا کو مارا تھا۔ سارہ تو سارہ حاشر خود انکے رد عمل پر حیران رہ گیا تھا۔

افضل: "کاش میں یہ سب پہلے کر لیتا تو آج تمہاری یہ جرات نہ ہوتی کہ تم میرے بیٹے کا گھر برباد کرنے کی کوشش کرتیں۔"

وہ ایک دم دھاڑے تھے۔ سارا کو اس رد عمل کی توقع نہیں تھی۔ اسے انکی تیور ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

اپنا سامان باندھو اور اپنی ماں کے پاس چلی جاو۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی غلط قدم اٹھا لوں۔ وہ غصے میں کہتے وہاں سے نکل گئے۔ سارا بیڈ پر ڈھے گئیں۔ جو ہوا تھا وہ سب تو انہوں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

سارہ کے جانے کے بعد شبیہ اور حاشر بھی اپنے اسی فلیٹ پر جانا چاہتے تھے مگر افضل صاحب نے سختی سے منع کر دیا۔ انکے بیٹے کا بچپن جس پیار اور توجہ سے محروم رہا وہ نہیں چاہتے تھے کہ اب انکے پوتا پوتی انکی محبت سے محروم رہیں۔ گزرتے ماہ و سال میں انہوں نے بچوں پر اپنی

محبت اور شفقت کھل کر نچھاور کی تھی۔شبیہ کو بھی باپ کی طرح عزت اور مان دیا تھا۔حاشر البتہ بچوں کے ساتھ بچہ بن کر اسے خوب ستاتا تھا۔سب ٹھیک تھا مگر دل میں کہیں ایک خلعش باقی تھی۔اسے ابراہیم کی باتوں کی اب سمجھ آئی تھی۔

----------

حاشر :"سنو۔سامان پیک کر لو۔"

وہ الماری سیٹ کر رہی تھی جب حاشر کی آواز پر چونکی پھر مصروف سے انداز میں بولی۔

شبیہ :"کس لئے ؟"

حاشر :"مسز ہماری شادی کو ڈھائی سال ہونے والے ہیں اور ہم ابھی تک ہنی مون پر نہیں گئے۔"

وہ اسکا رخ اپنی طرف کر کے اسکی تھوڑی کو اوپر کرتے ہوئے بولا۔اسکی بات پر وہ بلش کرنے لگی۔حاشر اسکے چہرے کے رنگ دیکھ کر مسکرا دیا۔

" صحیح کہہ رہا ہوں یار۔سٹڈی اور بزنس سٹارٹ کرنے کے چکروں میں تمہیں اور اپنے بچوں کو ٹائم ہی نہیں دے سکا۔لیکن خیر اب ہم خوب گھومیں گے۔"

وہ اسے اپنے حصار میں لیکر بولا تو وہ سٹپٹا گئی۔

شبیہ: "حاشر چھوڑیں نا بچے آنے والے ہوں گے۔"

حاشر: "وہ دونوں اپنے دادا کے پاس سو گئے ہیں۔"
وہ اسکے بال سہلاتے ہوئے بولا۔ کافی دیر تک وہ ایسے ہی اسکے سینے سے لگی کھڑی رہی پھر چہرہ اونچا کر کے بولی۔

شبیہ: "حاشر! بابا کو بولیں نا کہ وہ ماما کو لے آئیں۔ ہماری وجہ سے وہ گھر سے چلی گئی ہیں۔ ہم اپنے گھر چلے جائیں گے۔"
حاشر نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر اسکا سر دوبارہ اپنے سینے سے لگاتے ہوئے بولا۔

حاشر: "وہ اپنا غرور اپنی انا کچھ کم کریں تو بات ہے نا۔ بابا صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے دل سے ساری کدورتیں مٹا کر آجائیں مگر وہ بضد ہیں کہ جب تک ہم یہاں ہیں وہ یہاں نہیں آئینگی۔"

شبیہ: "تو ہم۔۔۔"

حاشر: "یہ بھی کہا ہے میں نے بابا کو مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تم تو جانتی ہو وہ کتنے اٹیچڈ ہیں بچوں سے۔"

شبیہ: "تو پھر کیا ہو گا اب؟"
وہ ہنوز اسی پوزیشن میں کھڑے کھڑے بولی۔

حاشر: "پتا نہیں یار کیا ہو گا۔ بس اللہ اب سب اچھا کرے۔"
وہ ایک گہرا سانس لیکر بولا۔

شبیہ: "کافی نہیں پیئیں گے آج؟"
وہ بات بدلنے کے لئے بولی تو وہ مسکرا دیا۔

حاشر: "نہیں بس اب سونا چاہتا ہوں۔ تم بھی سو جاؤ صبح سے بچوں کے پیچھے لگی رہتی ہو۔"
وہ اسکا ہاتھ تھامے بیڈ کی طرف آتے ہوئے بولا۔

دو ہفتے بعد انکی فلائیٹ تھی۔ وہ چاروں عمرہ کرنے گئے تھے۔ وہاں سے انہیں انگلینڈ جانا تھا۔ تقریباً ایک ماہ کا پروگرام تھا انکا۔ شبیہ اور حاشر کی زندگی کے سب سے خوشگوار دن تھے یہ۔

ایک دوسرے سے چھپ کر وہ حرم میں بارہا اللہ سے دعا گو ہوئے تھے کہ وہ انکی پاکدامنی ثابت کر دے۔شاید کوئی قبولیت کی گھڑی تھی کہ اللہ نے ان کی سن لی۔

--------

وہ گھر واپس آئے تو سامنے ہی ایک لڑکی چہرہ چادر میں چھپائے گیٹ کے پاس کھڑی تھی۔گارڈ سے وہ اندر جانے کی اجازت مانگ رہی تھی مگر وہ انکار کر رہا تھا کہ گھر پر کوئی نہیں ہے۔افضل صاحب خود انہیں ریسیو کرنے گئے ہوئے تھے۔حاشر کی گاڑی دیکھ کر وہ اس طرف آئی۔ وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے اندر آنے کی اجازت مانگ رہی تھی۔حاشر نے گارڈ کو اسے اندر آنے کا کہا۔افضل صاحب بچوں کی انگلی تھامے انہیں اندر لے گیے جبکہ حاشر شبیہ کو سہارا دیئے اندر لا رہا تھا۔آنے سے ایک دن پہلے اسکے پاوں میں موچ آگئی تھی۔ریجا کو یہ ایک پرفیکٹ فیملی لگ رہی تھی۔اس نے بے ساختہ ماشاءاللہ کہا۔

وہ اندر لاونج میں بیٹھے تھے جب وہ ان سے مخاطب ہوئی۔

ریجا:"میں۔میں ریجا ہوں۔"

وہ سر جھکائے بولی۔شبیہ اور حاشر نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔

"آئی ایم سوری شبیہ۔میں نے شہروز کو پانے کے لئے تم دونوں کو وہاں اکٹھا کرنے کا پلان بنایا تھا۔میں اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔بہت محبت کرتی تھی میں اس سے۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں ہی شبیہ کو وہاں لائی تھی۔پھر اسے بے ہوش کر کے سوئمنگ پول میں ڈال دیا۔تم جس ڈاکٹر کو بلا کر لائے تھے اور جس نے اسکے کپڑے چینج کئے تھے اسکو بھی میں نے ہی پیسے دیکر اپنا منہ بند رکھنے کا کہا تھا۔"

وہ روتے ہوئے بولی۔روتے روتے اسکی گھگھی بندھ گئی تھی۔خود کو بمشکل کمپوز کر کے بولی

"اللہ نے میرے کرموں کا پھل مجھے دنیا میں ہی دے دیا ہے۔ہمارا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔شہروز کوما میں ہے اور میں۔"

اس نے اپنے چہرے پر سے کپڑا ہٹا دیا۔چہرہ بری طرح مسخ ہو چکا تھا۔

"اپنی سرجری کے لئے جانے سے پہلے میں تم دونوں سے معافی مانگنا چاہتی تھی۔پلیز مجھے معاف کر دو۔میری غلطی کی سزا شہروز کو بھی مل رہی ہے۔تم معاف کر دو گے تو شاید اللہ بھی ہم پر رحم کر دے۔"

وہ روتے کوئے ہاتھ جوڑ کر بولی۔شبیہ کے آنسو ہی نہیں رک رہے تھے۔حاشر خود نم آنکھوں سے زمین کو دیکھ رہا تھا۔بے شک اللہ نے انکی سن لی تھی۔

"پلیز شبیہ۔پلیز مجھے معاف کر دو۔"

وہ شبیہ کے پیروں میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

شبیہ: "تمہیں اپنی کا غلطی کا احساس ہے وہی بہت ہے۔مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔اللہ کی رضا کے لئے میں نے تمہیں معاف کیا۔" وہ اسکے دونوں ہاتھ تھام کر بولی۔

ریجا: "تھینک یو شبیہ۔تھینک یو ویری مچ۔مجھے پتا تھا تم بہت اچھی ہو۔تم مجھے ضرور معاف کر دو گی۔میں نے بچپن کی دوستی کا بھرم نہیں رکھا مگر پھر بھی مجھے امید تھی کہ تم مجھے ضرور معاف کر دو گی۔" وہ اسکے ہاتھوں پر دباو ڈال کر بولی تو وہ بمشکل مسکرا دی۔

"میں نے تمہارے گھر والوں کو بھی سب بتا دیا ہے۔" جانے سے پہلے وہ اسکے ساتھ لگتے ہوئے بولی تو شبیہ نے کچھ نہیں کہا۔

---------

حاشر: "کیا سوچ رہی ہو؟"

رات وہ بچوں کو انکے روم میں سلا کر آئی تو کسی سوچ میں گم ٹیرس پر کھڑی تھی۔حاشر اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیکر بولا۔

شبیہ: "کچھ نہیں۔ بس ایک آخری پھانس تھی دل میں وہ بھی آج نکل گئی۔" وہ بنا مڑے حاشر کے سینے پر سر رکھ کر بولی۔

حاشر: "ہوں۔ بابا بھی بہت شرمندہ ہیں اپنے رویے کے لئے۔ تمہارے پیرینٹس کی کال آئی تھی انکے پاس۔ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

شبیہ: "میں کسی سے بھی نہیں ملنا چاہتی۔"
وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تو حاشر نے اسکا رخ اپنی طرف کیا۔

حاشر: "ایک غلط فہمی تھی شبیہ دور ہو گئی۔ تم نے ریجا کو معاف کر دیا تو اپنے گھر والوں کو کیوں نہیں۔" وہ اسکی تھوڑی کو اوپر اٹھاتا ہوا بولا۔ وہ روتے ہوئے اسکے سینے سے لگ گئی۔

شبیہ: "میں نے ریجا کو نہیں بلکے سب کو معاف کر دیا ہے۔ مگر میں کچھ بھی بھولنے سے قاصر ہوں۔ میرے گھر والوں نے خاص کر ظفر بھائی نے جو کچھ مجھے اور میرے بچوں کو جو کچھ کہا وہ میں نہیں بھول سکتی۔ میں دل میں منافقت لیکر ان سے نہیں مل سکتی۔ مجھے کچھ وقت چاہیئے۔" جب چیزیں میرے کنٹرول میں ہو نگی میں ان سے مل لوں گی۔
وہ بے دردی سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی تو حاشر نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

حاشر: "تمہیں پتا ہے ہر کام اچھے کے لئے ہوتا ہے۔ اگر ریجا یہ سب نہ۔کرتی تو مجھے اتنی پیاری سی میری محبت کیسے ملتی۔" وہ اسکے سر کو چومتے ہوئے بولا تو وہ مسکرا دی۔

"ویسے ایک نیوز ہے میرے پاس۔" وہ اسکے کان میں سر گوشی کرتے ہوئے بولا۔

شبیہ: "کیا؟"

وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی تو اس نے اسکی تھوڑی کو چوم لیا۔

حاشر: "جب تمہارے پاوں میں موچ آئی تھی نا تب ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ۔۔۔"

وہ اسکا چہرہ اپنی نظروں کے حصار میں لیتے ہوئے بولا۔

شبیہ: "کیا؟" وہ ایک دم ڈر کر بولی۔

حاشر: "کہ ریحاب اور وہاب کا ایک اور پارٹنر آرہا ہے۔" اسکی بات پر حیا سے سرخ پڑتے اس نے حاشر کے سینے میں منہ دے دیا۔

حاشر نے اسکے گرد گھیرا تنگ کر دیا کہ اب آزمائش ختم ہو گئی تھی۔اب انکی زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں آنی تھیں۔دونوں دل ہی دل میں اللہ کے شکر گزار تھے کہ جس نے انہیں نہ صرف انکی آزمائش میں سرخرو کیا بلکہ ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کا محبت بھرا ساتھ بھی فراہم کیا تھا۔

*************************

# The End

**نوٹ**

آزمائش از حجاب فاطمہ ے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہوا گر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تا کہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

**تعاون کا طلبگار**

**ادارہ (نیو ایرا میگزین)**

New Era Magazine